حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	خلافت راشدہ
اگست ۲۰۲۴ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۲۷

مجلہ پشاور

راہِ ہدایت

• چند کتب اور محدثین پر حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی ؒ کا مبنی بر انصاف تبصرہ	• اہل باطل کی کتب دیکھنے کے نقصانات حکیم الامت ؒ کی نظر میں
• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث	• غیر مقلدین کا قیاسی دین
• لفظ "خدا" کا استعمال	• منکر حدیث منیر شاکر کے ۵۰ کفریہ عقائد

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد یااللہ مدد عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ

محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین مجلّہ راہِ ہدایت (شمارہ نمبر 27)

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

تمام شماروں کو ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے اس لنک پر کلک کریں https://drive.google.com/drive/folders/113EujribiNgCzFs7qFtVGsrN_JZbdliC

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

چند کتب اور محدثین پر رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مبنی بر انصاف تبصرہ

1: تاریخ الکبیر للامام البخاری رحمہ اللہ المتوفی 256ھ:

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسماء الرجال پر التاریخ الکبیر تحریر فرمائی ہے۔آپ کے استاذ حدیث امام ابو حاتم رازی اس پر مطمئن نہیں تھے، انہوں نے "خطاء البخاری فی تاریخہ" کے نام سے اس کی سینکڑوں غلطیوں کی نشاندہی فرمائی، اس تاریخ میں امام بخاریؒ "نعیم بن حماد" کی روایت پر بہت اعتماد فرمایا، جس کے بارے میں حافظ ابو بشر الدولابیؒ نقل کرتے ہیں کہ "سنت کی تقویت کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی عیب جوئی کے لیے جھوٹی حکایات گھڑتا تھا" اور یہی بات اس کے بارے میں ابوالفتح نے کہی ہے۔(تہذیب التہذیب 10/463,462) اور الحافظ العباس بن مصعب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "نعیم بن حماد نے احناف کے رد میں کئی کتابیں گھڑیں۔"(میزان الاعتدال 4268)

اس تاریخ میں امام بخاریؒ نے جس دوسرے راوی پر زیادہ اعتماد کیا ہے وہ عبد اللہ بن زبیر حمیدی ہے جو احناف سے بہت تعصب رکھتا تھا اور اس کا مبلغ علم بقول خود یہ تھا: "حمیدی کہتا ہے کہ ہم اہل الرائے کے رد کا ارادہ کرتے لیکن ہمیں اس کا طریقہ نہ آتا تھا یہاں تک کہ امام شافعیؒ آئے اور ہمیں یہ طریقہ بتایا۔"(حلیۃ الاولیاء 9/96) اسی حمیدی کے واسطہ سے امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کو حج کے مسائل نہ آتے تھے۔اسی لیے شیخ کوثریؒ نے تانیب الخطیب 36 پر حمیدی کے بارے میں فرماتے ہیں: "شدید التعصب وقاع" یعنی بہت متعصب اور الزام تراش تھا۔

تیسرا راوی جس پر خوب اعتماد کیا ہے وہ اسماعیل بن عرعرہ ہے اس کی تعدیل و توثیق کہیں نہیں ملتی۔حمیدی اور نعیم بن حماد کی صحبت اور موضوع روایات کا فطری نتیجہ تھا کہ امام

بخاری میں بھی احناف کے خلاف تعصب تھا۔ بعض اوقات تو ایسی باتیں فرماجاتے جو ان کے شایان شان نہ تھیں۔ مثلاً تاریخ کی کتاب میں امام صاحب کے بارے میں یہاں تک تحریر فرماگئے کہ وہ خنزیر کو حلال سمجھتے تھے اور مسلمانوں کا قتل عام جائز قرار دیتے تھے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاوی میں فرمایاہے کہ ایسی باتیں امام بخاری کی عظمت سے بہت فروتر ہیں اور نعیم بن حماد کی ایسی روایات بھی نقل فرماگئے کہ اسلام میں ابو حنیفہ جیسا منحوس کوئی پیدا نہیں ہوا، حالانکہ مشاہدہ اور تاریخ گواہ ہے کہ تقریباً ہر زمانہ میں دو تہائی اہل اسلام امام ابو حنیفہ کے مقلد رہے ہیں اور ان ہی کی راہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کرتے رہے ہیں۔"

(تجلیات صفدر 2/69,70)

2: اصح الکتب بعد کتاب اللہ:

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن الصلاح شہروزی الشافعیؒ نے سب سے پہلے یہ دعوی کیا کہ "بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ہے اور بخاری و مسلم کی احادیث بحیثیت سند دوسری کتابوں پر مقدم ہیں۔ مگر اس بات کو خود ابن کثیر الشافعی نے بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا اور نہ احناف نے اپنی اصول کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا۔ بلکہ شیخ ابن الہمام نے صاف صاف اس کارد فرمایا۔ ابن صلاح نے اس بات کا مدار اس پر رکھا کہ خاص محدثین کے طبقہ میں بخاری شریف کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہو گیا ہے اس لیے اس کا مقام بلند ہے، اس کے ساتھ ابن صلاح نے یہ بھی فرمایا کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کو عوام و خواص سب میں تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تقلید تو واجب ہے اور ان چاروں کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں کیونکہ ان چار کے علاوہ کسی مجتہد کے اصول فقہ اور فروع نہ مکمل طور پر مرتب ہیں اور نہ ہی درساً اور عملاً متواتر ہیں۔ غیر مقلدین کی یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ ابن صلاح کی جس بات کی محققین نے تردید کر دی اس کو تو وحی آسمانی سے بڑھ کر قبول کر لیا اور ان کی جس بات کو سب محققین نے قبول کر لیا یعنی وجوب تقلید شخصی اس کو کفر و شرک تک قرار دے ڈالا یہی نفس پرستی کی انتہاء ہے۔

(تجلیات صفدر 2/73)

3: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی 852ھ) اور ان کا ایک خواب:

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ بہت بڑے حافظ الحدیث تھے اور جوں جوں ان کا علم حدیث ترقی کرتا گیا ان کے دل میں حنفیت کی صداقت گھر کرتی گئی، مگر ایک خواب پر انہوں نے سارے ہی مطالعہ حدیث کو قربان کر دیا۔ وہ اپنی کتاب المجمع الموسس میں لکھتے ہیں کہ " میں نے ابن البرھان کو موت کے بعد خواب میں دیکھا میں نے پوچھا کہ تو مردہ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو اس میں ایسا شدید تغیر ہوا کہ میں سمجھا کہ وہ چھپ گیا پھر وہ اپنی حالت پر آگیا اور کہا کہ اب ہم خیریت سے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ناراض ہیں، میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہا کہ تیرا میلان حنفیوں کی طرف ہے، اس پر میری آنکھ کھل گئی اور میں بڑا حیران تھا، میں نے بہت سے حنفیوں کو یہ کہا تھا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں حنفی ہو جاؤں، انہوں نے کہا کہ کس وجہ سے؟ تو میں کہتا کہ آپ کے مذہب کے فروع اصول پر مبنی ہیں، اب میں اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ استغفار کرتا ہوں۔ (ہامش ذیل تذکرہ 328) حافظ ابن حجر کی یہ بات حنفیت کی صداقت کی بڑی وزنی دلیل ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے عین مطابق ہے اور اس کے فروع اصول پر مبنی ہے مگر اس خواب سے ابن حجر میں وہ تعصب بھرا کہ الامان والحفیظ !! حافظ ابن حجر کے شاگرد امام سخاوی رح نے الدرر الکامنہ میں اس تعصب کو واضح کیا ہے، اسی لیے قاضی القضاۃ ابن شحنہ، ابن حجر کے بارے میں یوں فیصلہ دیتے ہیں کہ حافظ ابن حجر احناف کے فضائل کو چھپاتے ہیں اور ان کی لغزشوں کو گاتے ہیں، حافظ صاحب کا حنفیوں کے ساتھ وہی وطیرہ ہے جو ذہبی کا حنفیوں اور شافعیوں کے ساتھ، اس لیے ذہبی کے شاگرد سبکی نے کہا ہے کہ ذہبی سے نہ کسی حنفی کے حالات نقل کرنے چاہئیں نہ شافعی کے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کے کلام سے نہ کسی متقدم حنفی کے حالات لینی چاہئیں اور نہ کسی متاخر کے۔ (نقلہ الکوثری حاشیہ ذیل تذکرۃ الحفاظ) عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجر المار دینی اور زیلعی کے جواب الجواب سے بالکل عاجز رہے ہیں۔

(تجلیات صفدر 2/75,76)

4: امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748ھ):

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ذہبیؒ کے شاگرد علامہ سبکیؒ نے اپنے اس استاذ کے بارے میں جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ " امام ذہبیؒ ہمارے استاذ ہیں، اللہ ان کو معاف کرے مگر انہوں نے کسی حنفی، شافعی، مالکی کو معاف نہیں کیا، نہ کسی اشعری کو، وہ تعصب میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ سخرہ اطفال بن گئے تھے، وہ جب صوفیاء کرام، اشاعرہ، احناف، شوافع اور مالکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے کپڑے اتارتے ہیں، ان کے تمام محاسن سے ان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہے اور ان کو کوئی خطا مل جائے تو خوب اچھالتے ہیں اور اہل تجسیم کے محاسن خوب لکھتے ہیں اور اغلاط سے در گزر فرماتے ہیں، فخر الدین رازی، سیف آمدی تک کو معاف نہیں کیا، حالانکہ نہ وہ کسی حدیث کے راوی ہیں نہ کچھ۔ (ملخصاً طبقات شافعیہ 1/197,190,192)

امام ذہبیؒ نے ایک کتاب تذکرۃ الحفاظ لکھی ہے جس میں ساڑھے سات صدیوں میں جو حفاظ حدیث گزرے ہیں ان کا ذکر کیا ہے، ان کی کل تعداد 1176 ہے اس میں امام اعظم اور قاضی ابویوسف کو بھی حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، دوسری کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال لکھی ہے جس میں ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا ذکر ہے ان کی تعداد 11053 ہے۔

(تجلیات صفدر 2/75)

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ مجلّہ الفتحیہ (قسط:۷)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

مسئلہ تین طلاق میں علمائے سعودیہ کا مسلک

غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں علمائے سعودیہ کے متعلق بہت زیادہ عقیدت کا دعویٰ کر رکھا ہے بلکہ ان کے کئی مصنفین نے تو یوں بھی لکھ دیا کہ سعودیہ والے اُن کے ہم مسلک غیر مقلد و اہلِ حدیث ہیں۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ مسئلہ تین طلاق کی بابت ہم یہاں علمائے سعودیہ کا مسلک بھی تحریر کر دیں۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب ؒ کا مسلک

”سُئِلَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ طَلَاقِ الثَّلَاثِ فَاَجَابَ اَلْمَسْئَلَةُ الَّتِيْ ذَكَرْتَهَا مَرْوِيَّةٌ عَنِ الصَّحَابَةِ فِيْ مُسْلِمٍ وَّيَكْفِيْ فِيْ ذٰلِكَ مَا وَرَدَ فِيْهَا عَنِ الْمُحَدَّثِ الْمُلْهَمِ الَّذِيْ اُمِرْنَا بِاتِّبَاعِ سُنَّتِهٖ ثَانِيْ الْخُلَفَاءِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ“

(الدرر السنية فی الکتب النجدية :۸/۲۸۱)

شیخ محمد بن عبد الوہاب سے اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق پوچھا گیا شیخ نے جواب دیا کہ جس مسئلہ کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ یہ صحابہ کرام سے مسلم میں نقل کیا گیا ہے اور اس کی تحقیق میں وہ فیصلہ کافی ہے جو اس مسئلہ کے بارہ میں اس شخصیت سے صادر ہوا ہے جس کی زبان پر حق جاری کیا جاتا ہے اور دل میں حق کا الہام کیا جاتا تھا اور جن کی سنت پر چلنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے یعنی دوسرے خلیفہ راشد عمر بن خطاب۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب الہام کے وجود کو مانتے ہیں۔

”وَاَجَابَ اَيْضًا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ وَاَمَّا طَلَاقُ الثَّلَاثِ بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ فَالَّذِيْ نُفْتِيْ اَنَّهٗ يَصِيْرُ ثَلَاثَ طَلْقَاتٍ كَمَا اَلْزَمَ عُمَرُ وَتَابَعَهُ الصَّحَابَةُ عَلٰى ذٰلِكَ“

(الدرر السنية فی الکتب النجدية :۸/۲۸۳)

نیز شیخ محمد بن عبد الوہاب نے یہ جواب دیا: بہر حال تین طلاقیں ایک کلمہ کے بارے میں

ہمارا فتویٰ یہ ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکٹھی تین طلاقیں لازم کیں اور صحابہ کرام نے اس میں ان کی تابع داری کی۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کا موجودہ غیر مقلدین کے ہاں بہت بڑا مقام ہے۔ مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبد الوہاب کو توفیق دی، انہوں نے درعیہ کے حاکم کو اپنے ساتھ ملا کر قوت کے ذریعے ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا۔“

(تفسیری حواشی صفحہ ۱۴۹۴)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کی جو نجد سے نکل کر حجاز میں آئے تھے اور انہوں نے توحید کو پھیلایا تھا اور شرک کو مٹایا تھا۔“

(شرح مسلم اردو:۱/۱۵۱)

غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں محمد بن عبد الوہاب کو ”شیخ الاسلام“ بھی لکھا ہوا ہے۔

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب کا مسلک

”عِنْدَنَا اَنَّ الْاِمَامَ ابْنَ الْقَیِّمِ و شَیْخَہٗ اِمَامَا حَقٍّ مِّنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَ کُتُبُھُمْ عِنْدَنَا مِنْ اَعِزِّ الْکُتُبِ اِلَّا اَنَّا غَیْرُ مُقَلِّدِیْنَ لَھُمْ فِیْ کُلِّ مَسْئَلَۃٍ فَاِنَّ کُلَّ اَحَدٍ یُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِہٖ وَیُتْرَکُ اِلَّا نَبِیَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعْلُوْمٌ مُخَالِفَتُنَا لَھُمَا فِیْ عِدَۃِ مَّسَائِلَ مِنْھَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ مِنْ مَجْلِسٍ فَاِنَّا نَقُوْلُ بِہٖ تَبَعًا لِلْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ“

(حقیقۃ دعوۃ الامام محمد بن عبدالوہاب السلفیۃ صفحہ ۱۰۲...الدرر السنیۃ فی الکتب النجدیۃ :۱/۲۴۰)

ترجمہ: ہمارے نزدیک امام ابن قیم اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) امام بر حق ہیں اور اہلِ السنت سے ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک قیمتی کتب میں سے ہیں لیکن ہم (علمائے نجد) ہر مسئلہ میں ان کے مقلد نہیں ہیں کیوں کہ ہر ایک کے کچھ اقوال لئے جاتے ہیں اور کچھ چھوڑے جاتے ہیں مگر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لی جاتی ہے اور متعدد مسائل میں ابن

قیم اور ابن تیمیہ کے ساتھ ہماری مخالفت معلوم ہے ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ تین طلاق بیک کلمہ ایک مجلس میں۔ کیوں کہ ہم ائمہ اربعہ کی اتباع میں اس چیز کے قائل ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

”وَاَمَّا قَوْلُكُمْ اِنَّهٗ يُحْكٰى لَنَا اَنَّكُمْ اَحْلَلْتُمُ الْمَرْاَةَ بَعْدَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ فَنقُوْلُ هٰذَا كِذْبٌ وَّ وِزْرٌ وَّبُهْتَانٌ عَلَيْنَا بَلْ نَقُوْلُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اذَا طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا لَاتحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ“

(الدرر السنية فی الكتب النجدية :۱/۲۴۰)

بہر کیف! تمہارا ہم پر یہ الزام جو ہمارے سامنے نقل کیا جاتا ہے کہ تم نے تین طلاقوں کے بعد بیوی کو اس کے شوہر کے لیے حلال کیا ہے پس ہم کہتے ہیں یہ خالص جھوٹ، گناہ اور بہتان ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرے۔

شیخ حمد بن ناصر کا مسلک

” سُئِلَ الشَّيْخُ حَمْدُ بْنُ نَاصِرٍ عَمَّنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ؟ فَاَجَابَ اِنْ كَانَ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ وَلَمْ تَحِلَّ لَهٗ اِلَّا بَعْدَ الزَّوْجِ الثَّانِي بَعْدَ اَنْ يُّجَامِعَهَا وَلَا تَحِلَّ لِلْاَوَّلِ قَبْلَ جِمَاعِ الزَّوْجِ الثَّانِي وَاَمَّا اِنْ كَانَ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَّاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَاِنَّهَا تَبِيْنُ بِالْاُوْلٰى وَلَا يَلْحَقُهَا بَقِيَّةُ الطَّلَاقِ“۔

(الدرر السنية فی الكتب النجدية :۸/۱۸۰)

شیخ حمد بن ناصر سے سوال کیا گیا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دے اس کا کیا حکم ہے؟ شیخ نے یہ جواب دیا کہ اگر اس نے تین طلاقیں ایک کلمہ کے ساتھ دی ہیں (جیسے اگر اس نے ”تجھے تین طلاقیں ہوں“ کہا ہو) تو وہ بیوی اس پر حرام ہو گئی اور وہ اس شوہر کے لیے تب حلال ہو گی جب دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح ہو اور وہ اس کے ساتھ جماع کرے اور دوسرے خاوند کے جماع کرنے کے بغیر محض نکاح کرنے سے وہ عورت

پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی اور اگر اس نے تین طلاقیں جدا جدا دی ہیں (جیسے وہ کہے: تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق) تو وہ پہلی کے ساتھ جدا ہو جائے گی اور باقی دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔

"سُئِلَ حَمْدُ بْنُ نَاصِرٍ عَمَّنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهٗ وَاخْتَلَّ عَقْلُهٗ ؟ فَاجَابَ اِنْ كَانَ حَالَ الطَّلَاقِ ثَابِتَ الْعَقْلِ وَطَلَّقَ مُخْتَارًا فَالطَّلَاقُ وَاقِعٌ فَاِنْ كَانَتْ آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ لَمْ تَحِلَّ لَهٗ اِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ وَ اِصَابَةٍ وَّ لَواخْتَلَّ عَقْلُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَوْآلَ بِهِ الْاَمْرُ اِلَى الْجُنُوْنِ وَاِنْ كَانَ الطَّلَاقُ الَّذِيْ وَقَعَ بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ جَمَعَ فِيْهَا الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فَكَذٰلِكَ عِنْدَ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَهُوَ الَّذِيْ يُفْتٰى بِهٖ عِنْدَنَا"۔

(الدرر السنية فی الكتب النجدية :۸/۲۷۴)

حمد بن ناصر سے پوچھا گیا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے اور اس کی عقل میں خرابی ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اگر طلاق کے وقت اس کی عقل ٹھیک تھی اور طلاق اپنے اختیار سے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی پس اگر اس نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو یہ عورت پہلے خاوند کے لیے تب حلال ہوگی جب دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرے اور دوسرا خاوند اس سے جماع کرے اور اگر اس کے بعد اس کی عقل میں جنون کی حد تک فساد آجائے تو حکم تبدیل نہیں ہوگا اور اگر اس نے تین طلاقیں ایک کلمہ کے ساتھ دیں تو ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور ہمارے نزدیک فتوی اسی قول پر ہے۔

شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابابطین کا مسلک

"قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبَا بَطِيْنٍ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ ثَلَاثًا فَاِنَّهَا تَقَعُ الثَّلَاثُ وَلَوْكَانَ عَلٰى عِوَضٍ"

(الدرر السنية فی الكتب النجدية:۸/۲٦٦)

شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابابطین نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ تین طلاقیں عوض لے کر دے۔

شیخ صالح بن فوزان کا مسلک

”اَلَّذِیْ عَلَیْہِ الْجُمْھُوْرُ وَھُوَ الصَّحِیْحُ اَنَّ الثَّلَاثَ تَقَعُ وَلَوْ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ“

(مجموعہ فتاوی الشیخ صالح بن الفوزان: ۲/۶۶۷)

وہ مذہب جس پر جمہور ہیں اور صحیح بھی یہی ہے یہ ہے کہ تین طلاقیں اگرچہ ایک لفظ کے ساتھ ہوں واقع ہو جاتی ہیں۔

شیخ صالح بن فوزان نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں بھی تین طلاقوں کے تین ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ بیان واٹس ایپ گروپس میں کئی بار سننے کو ملا ہے۔

شیخ عبد الرحمن بن حسن کا مسلک

” قَالَ الشَّیْخُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَسَنٍ وَاَمَّا طَلَاقُ الثَّلَاثِ فَاِنَّہٗ یَقَعُ عِنْدَالْجُمُھُوْرِ مُفَرَّقًا اَوْ مَجْمُوْعَۃً وَھُوَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْعَمَلُ سَلَفًا وَّخَلَفًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ وَمَنْ بَعْدَہٗ وَھُوَ کَذٰلِکَ عِنْدَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ وَھُوَ الْاَصَحُّ فِیْ مَذَاھِبِھِمْ عِنْدَ اَصْحَابِھِمْ۔“

(الدرر السنية فی الکتب النجدية :۸/۲۹۳)

شیخ عبد الرحمن بن حسن فرماتے ہیں تین طلاقیں جدا جدا ہوں یا اکٹھی جمہور کے نزدیک واقع ہو جاتی ہیں حضرت عمر اور آپ کے بعد خلفاء کے وقت سے سلف و خلف کا عمل اسی پر ہے اور ائمہ اربعہ کا مذہب بھی یہی ہے اور ائمہ اربعہ کے متبعین علماء کے نزدیک اصح مذہب یہی ہے ۔

شیخ صاحب نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو سلف و خلف کا نظریہ بتایا ہے جو لوگ سلفی ہونے کے دعوے دار ہیں انہیں سلف کا نظریہ قبول کر لینا چاہیے۔

شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز العبقری کا مسلک

” قالَ الشَّیْخُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْعَنْقَرِیْ الَّذِیْ طَلَّقَ زَوْجَتَہٗ ثَلَاثاً بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ قَوْلُ الْجُمْھُوْرِ اَنَّھَا تَقَعُ ثَلَاثًا وَتَمْضِیْ عَلَیْہِ وَہٰذَا ھُوَ الْمُفْتٰی بِہٖ عِنْدَ مَشَائِخِنَا وَلَا یَنْبَغِیْ الْعُدُوْلُ عَنْہُ“

(الدرر السنية فی الکتب النجدية :۸/۲۹۴)

شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز العبقری فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنی بیوی کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے دے تو جمہور کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ ہمارے مشائخ کا فتویٰ اسی پر ہے اور اس سے انحراف مناسب نہیں۔

اس عبارت میں "ہمارے مشائخ" سے مراد عرب شیوخ ہوں گے۔ یعنی عرب شیوخ تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔

شیخ وہبۃ الزحیلی کا مسلک

"اِتَّفَقَ فُقَهَاءُ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَالظَّاهِرِيَةِ عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِغَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا وَقَعَ الثَّلَاثُ"

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۹/ ۳۶۰)

مذاہب اربعہ اور ظاہریہ کے فقہاء نے اتفاق کیا اس بات پر کہ جب آدمی اپنی غیر مدخول بیوی کو "تجھے تین طلاقیں ہیں" کہے تو وہ واقع ہو جائیں گی۔

شیخ الشنقیطی کا مسلک

مفسر محمد الامین الشنقیطی اپنی تفسیر میں محدث ابن العربی المالکی کا بیان نقل کرتے ہیں:

"وَغَوٰى قَوْمٌ مِّنَ الْمَسَائِلِ فَتَتَبَّعُوا اَهْوَاءَ الْمُبْتَدِعَةِ فِيْهِ وَقَالُوْا اِنَّ قَوْلَ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا كِذْبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُطَلِّقْ ثَلَاثًا كَمَا لَوْ قَالَ طَلَّقْتُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُطَلِّقْ اِلَّا وَاحِدَةً وَلَقَدْ طُفْتُ فِي الْآفَاقِ وَلَقِيْتُ مِنْ عُلَمَاءِ الْاِسْلَامِ وَاَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ فَمَا سَمِعْتُ لِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِخَبَرٍ وَلَا اَحْسَسْتُ لَهَا بِاَثَرٍ اِلَّا الشِّيْعَةَ الَّذِيْنَ يَرَوْنَ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ جَائِزًا لَا يَرَوْنَ الطَّلَاقَ وَاقِعًا ...وَقَدِ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْاِسْلَامِ وَ اَرْبَابُ الْحَلِّ وَ الْعَقْدَةِ فِي الْاَحْكَامِ عَلٰى اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ فِيْ كَلِمَةٍ وَّ اِنْ كَانَ حَرَامًا فِيْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ وَبِدْعَةً فِيْ قَوْلِ الْآخَرِيْنَ لَازِمٌ ... وما نَسَبُوْا اِلَى الصَّحَابَةِ كِذْبٌ بَحْتٌ لَا اَصْلَ لَهٗ فِيْ كِتَابٍ وَّلَا رِوَايَةَ لَهٗ عَنْ اَحَدٍ"

(اضواء البیان: ۱/ ۱۳۶ بحوالہ طلاقِ ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۷۶)

اہل مسائل میں ایک قوم بھٹک گئی ہے اور اس مسئلہ میں بدعتیوں کی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے کہتی ہے کہ انت طالق ثلاثا (تجھ پر تین طلاق ہے) جھوٹ ہے کہ اس نے

تین طلاقیں نہیں دی ہیں جس طرح سے اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ طلقت ثلاثا (میں نے تین طلاقیں دیں) حالاں کہ اس نے ایک طلاق دی ہے۔ میں نے اطراف عالم کی خوب سیر کی اور علماء اسلام و ارباب مذاہب سے ملاقاتیں کیں اس مسئلہ کے متعلق میں نے نہ کوئی خبر سنی اور نہ کسی اثر کا مجھے علم ہوا۔ البتہ صرف شیعہ متعہ کو جائز اور تین طلاقوں کو غیر واقع کہتے ہیں۔ جب کہ علماء اسلام معتمد فقہائے امت متفق ہیں کہ ایک کلمہ کی تین طلاقیں لازم ہیں اور جن لوگوں نے اس قسم کی تین طلاقوں کے واقع نہ ہونے کے قول کو صحابہ کی جانب منسوب کیا ہے ان کا یہ نرا جھوٹ ہے اس کی کوئی اصل کسی کتاب میں نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے کوئی روایت ہے۔

شنقیطی صاحب لکھتے ہیں:

”وَكَذٰلِکَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَبَتَتِ الرِّوَايَةُ الصَّحِيْحَةُ عَنْهُ اَنَّهٗ جَآءَ رَجُلٌ وَّقَالَ لَهٗ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ اَلْفًا فَقَالَ تَكْفِيْکَ مِنْهَا ثَلَاثٌ تُحَرِّمُ زَوْجَتَکَ عَلَيْکَ وَعَلٰى هٰذَا مَضَى الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَمَذْهَبُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَالظَّاهِرِيَةِ مَعَهُمْ فِی الْمَشْهُوْرِ مِنْ مَّذْهَبِهِمْ وَاَصْبَحَ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَلٰى اِمْضَآءِ الثَّلَاثِ يَقُوْلُ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَحَسْبُکَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ مُحَدَّثًا مُلْهَمًا وَعَلٰى هٰذَا مَضَى الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اَنَّ الثَّلَاثَ ثَلٰثٌ وَاَنَّ الْمُسْلِمَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ الثَّلَاثَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ فَيَمْضِیْ عَلَيْهِ الثَّلَاثُ وَبَيْنَ اَنْ يَّقُوْلَهَا مُتَفَرِّقَةً دُوْنَ الْجَمْعِ۔“(شرح زاد المستنقع :۸/۲۹۳)

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکٹھی تین طلاقوں کے تلفظ کو مدخولہ بیوی کے حق میں تین طلاقیں قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اکٹھی تین طلاقوں کے نفاذ کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ ان سے یہ روایت ثابت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں سے تجھے تین کافی ہیں ان تین طلاقوں کی وجہ سے بیوی تجھ پر حرام ہو گئی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا فتویٰ بھی یہی ہے اور ائمہ اربعہ کا مذہب بھی یہی ہے اور ظاہریہ کا مشہور قول بھی ائمہ اربعہ کے ساتھ ہے اور اہلِ علم کا عمل بھی اکٹھی تین

طلاقوں کے نافذ کرنے پر ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب کہتے ہیں کہ اس مذہب کے حق ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ایسی شخصیت کا فیصلہ ہے جو محدّث (جس کی زبان پر حق جاری کیا جائے) اور مُلہَم (جس کے دل میں حق بات کا القاء کیا جائے) ہے یعنی اگر حضرت عمر کا یہ اجتہادی فیصلہ ہو تا تب بھی حضرت عمر کا اللہ تعالی کی جانب سے محدّث اور مُلہَم ہونا اس کے حق ہونے کے لیے کافی ہے۔ اور مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ دے پس وہ تین اس پر لازم ہو جائیں گی اور اسے اختیار ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ دے۔ متفرق دینے پر وہ سنت پر عمل پیرا ہو گا، اکٹھی دینے کی صورت میں نہیں۔

سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل کا فیصلہ

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے بلکہ خود بادشاہ بھی اس کا پابند ہے اس مجلس میں طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر و حدیث کی ۷۴ کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد صاف اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں یہ بحث ربیع الثانی سن ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ اس مجلس میں جو اکابر علماء موجود تھے، ان علماء کے نام یہ ہیں۔

(۱) الشیخ عبد العزیز بن باز

(۲) الشیخ عبد اللہ بن حمید

(۳) الشیخ محمد الامین الشنقیطی

(۴) الشیخ سلیمان بن عبید

(۵) الشیخ عبد اللہ الخیاط

(۶) الشیخ محمد الحرکان

(۷) الشیخ ابراہیم بن محمد آلِ شیخ

(۸) الشیخ عبد الرزاق عفیفی

(۹)الشیخ عبد العزیز بن صالح

(۱۰)الشیخ صالح بن فوزان

(۱۱)الشیخ محمد بن جبیر

(۱۲)الشیخ عبد المجید حسن

(۱۳)الشیخ راشد بن حنین

(۱۴)الشیخ صالح بن حیدان

(۱۵)الشیخ محضار عقیل

(۱۶)الشیخ عبد اللہ بن غدیان

(۱۷)الشیخ عبد اللہ بن سلیمان منیع

و دیگر علمائے کرام اس میں شریک تھے۔ان حضرات نے قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں اپنے اکثریتی فیصلے میں یہ قرار دیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کی تین آیات ،تقریبا ساٹھ احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور سلف صالحین کی تیس تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں سلف صالحین میں کوئی بھی قابلِ اقتدا ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔(مجلة البحوث الاسلامية صفحہ ۴ ملحقہ خیر الفتاویٰ:۵/۴۴۹ تا ۲۶۰)

سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل نے بحث ومباحثہ کے بعد جو فیصلہ کیا وہ یہ تھا:

”وَبَعْدَ دِرَاسَةِ الْمَسْئَلَةِ وَتَدَاوُلِ الرَّأْيِ وَاسْتِعْرَاضِ الْاَقْوَالِ الَّتِیْ قِیْلَتْ فِیْهَا وَمُنَاقَشَةِ مَا عَلٰی کُلٍّ مِنْ اِیْرَادٍ تَوَصَّلَ الْمَجْلِسُ بِاَکْثَرِیَّتِهٖ اِلٰی اخْتِیَارِ الْقَوْلِ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا۔“

(مجلة البحوث الاسلامية :۳/۱۶۵)

مجلس میں مسئلہ کی خواندگی اور باہمی تبادلۂ خیال اور اس مسئلہ کے بارے میں جو اقوال ہیں ان کو پیش کر کے ان پر مناقشہ و تحقیق کے بعد اکثریت نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ کہ تین طلاقیں بیک کلمہ تین ہی ہیں۔

حافظ محمد اسحاق زاہد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ سعودیہ کے کبار علماء پر مشتمل تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے جب یہ [تین طلاق کا (ناقل)] مسئلہ پیش ہوا، اور ان علماء نے اس میں تحقیق کی تو ان میں سے اکثر نے واقعتاً وہی موقف [تین طلاق کے تین ہونے کا (ناقل)] اختیار کیا۔“

(اہلِ حدیث اور علماء حرمین کا اتفاق رائے صفحہ ۷۲)

تنبیہ: علمائے سعودیہ کے مسلک پر مذکورہ بالا حوالوں میں سے اکثر حوالے حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ کی کتاب ”حرام کاری سے بچیئے“ سے منقول ہیں۔

شیخ بن باز، شیخ عثیمین اور شیخ محمد بن صالح کا نظریہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شیخ بن باز رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ طلاق بدعی اگر عدد میں ہو تو واقع ہو جاتی ہے اور اگر حال میں ہو تو واقع نہیں ہوتی جیسا کہ اگر ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں تو یہ طلاق کے عدد میں بدعت لہٰذا تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہے۔ اور اگر حالتِ حیض یا حالتِ نفاس یا اس طہر میں طلاق دی ہے کہ جس میں عورت سے مباشرت کر چکا ہو تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگر چہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہو گا اور یہ طلاق کی حالت میں بدعت ہے۔ اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ کا کہنا یہ ہے کہ حالتِ حیض، حالت نفاس اور اس طہر میں کہ جس میں بیوی سے تعلق قائم کر لیا ہو، ان تین صورتوں میں اگر مجھ سے عورت کی عدت کے دَوران فتویٰ پوچھا جائے تو راجح قول کے مطابق یہ کہتا ہوں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر عدت کے بعد پوچھا جائے تو جمہور کے قول کے مطابق طلاق واقع ہونے کا فتوی دیتا ہوں۔“

(مکالمہ صفحہ ۱۷۲،۱۷۱، ناشر: دار الفکر الاسلامی، طبع اول: جنوری ۲۰۱۸ء)

باب نمبر ۸: اکٹھی تین طلاقوں کے وقوق پر اجماع کے حوالے

اجماع کی حجیت وحیثیت

تین طلاقوں کے تین ہونے پر محدثین عظام و علماء کرام کی عبارات نقل کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ پہلے اجماع کی حجیت اور اس کا مرتبہ نقل کر دیا جائے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے کہا:

"ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے ہیں۔"

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی صفحہ ۶۴)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ امت (۴) قیاسِ مجتہد۔"

(اہلِ حدیث کا مذہب صفحہ ۵۸)

حافظ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کے اصول کتاب و سنت، اجماع اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں یعنی جب کسی ایک صحابی کا قول ہو اور اس کا کوئی مخالف نہ ہو۔"

(الاصلاح صفحہ ۱۳۵، ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز گوجرانوالہ، طبع دوم: جنوری/۲۰۱۱ء)

انہوں نے مزید لکھا:

"اہلِ حدیث اجماع اور قیاس کو صحیح مانتے ہیں۔"

(الاصلاح صفحہ ۲۰۷)

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے ایک شخص کے نظریات پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"ان کے زبان و قلم سے بعض ایسی چیزیں منظر عام پر آئی ہیں جو صریح گمراہی پر مبنی ہیں بلکہ اجماع امت سے انحراف کی وجہ سے ان پر کفر کا اطلاق ممکن ہے۔"

(انکارِ حدیث کا نیا رُوپ صفحہ ۱۸، تالیف غازی عزیر)

صلاح الدین صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اجماعِ امت کا مطلب ہے کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء و فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق۔ یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۲۵۶)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اجماع کے حجت ہونے پر اہلِ سنت کا اجماع ہے، لہذا یہ صرف جمہور کا مذہب نہیں بلکہ اہلِ حق کا مذہب ہے اور میرے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، ثقہ تابعی، ثقہ تبع تابعی اور کسی ثقہ وصدوق محدث وعالم سے اجماع کا انکار ثابت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۵/۱۰۳، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۱۲ء)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت بھی شرعی دلیل اور حجت ہے۔"

(علمی مقالات: ۵/۱۴۲، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۱۲ء)

پروفیسر وصی اللہ محمد عباس غیر مقلد (پروفیسر ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ) لکھتے ہیں:

"ائمہ اسلام ... کتاب و سنت اور اجماع صحابہ اور آثارِ صحابہ اور کتاب و سنت پر قیاس کے متبع تھے۔"

(اتباع سنت اور صحابہ وائمہ کے اصولِ فقہ صفحہ ۱۰۶، مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اجماع کا تیسرا درجہ ہے اس کے ہم قائل ہیں بشرطیکہ اجماع ثابت ہو ،زبانی جمع خرچ نہ ہو۔"

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۹۹، نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخِ اشاعت: اپریل/۲۰۰۶ء)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جو چیز قرآن و سنت اور اجماع میں ہے، وہ دین اسلام ہے اور جو چیز قرآن و سنت اور اجماع میں نہیں ہے، وہ اسلام نہیں ہے۔"

(تحقیق اور اصول تحقیق صفحہ ۲۹)

حافظ نعیم الحق ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اپنے محدود وسائل میں الحمد للہ میں نے ائمہ لغت وائمہ فقہاء کے اجماع سے بھینس کا گائے کی ایک نوع ہونا ثابت کر دیا اور حدیث میں آتا ہے کہ عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة ویدالله علی الجماعة (ترمذی، ابواب الفتن باب لزوم الجماعۃ) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو یا راوی نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ لہذا اب اگر علم آجانے کے بعد عناد کی صورت میں مخالفت کرتے گا تو وہ حق بات کو جھٹلائے گا جو ایک خطرناک جرم ہے۔“

(بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۲۰، طبع اول)

غیر مقلدین کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

”اجماع سے بھی اہلِ حدیث منکر نہیں مگر وہ اجماع جسے علمائے اصول نے اجماع کہا ہے اتفاق مجتهدی الامة علی سند شرعی۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۳/۸۷)

مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اصول شرع چار ہیں ایک قرآن (۲) حدیث شریف (۳) اجماع امت (۴) قیاس صحیح جو قرآن وحدیث کے موافق ہو اور در حقیقت اصول صرف دو ہی ہیں اور دوسرے دو پہلے دو کے تابع ہیں۔“

(حاشیہ بلوغ المرام صفحہ ۲۶۶)

غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ سے نہ صرف عقیدت کے دعوے دار ہیں بلکہ انہیں اپنا ہم مسلک غیر مقلد و اہلِ حدیث بھی باور کرایا کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اجماع کی حجیت میں بہت زیادہ وسیع الظرف ہیں کہ ان کے نزدیک تو اہلِ مدینہ کا اجماع بھی حجت ہے۔ حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری اس حدیث کو اہلِ حرمین کے اجماع کی اہمیت بیان کرنے کے لئے لائے ہیں

کیوں کہ اس حدیث میں مدینہ منورہ کو دار سنت اور دار ہجرت کہا گیا ہے تو وہاں کے علماء کا اجماع بڑی اہمیت کا حامل ہے بشرطیکہ کسی نص صریح کے مخالف نہ ہو۔"

(مختصر صحیح بخاری: ۲/۶۳۱)

حجیت اجماع پر حوالہ جات ذِکر کرنے کے بعد ہم کچھ عبارتیں مزید نقل کر دیتے ہیں جن میں یہ اعتراف ہے کہ اجماع کی حیثیت حدیث سے بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ مستدرک للحاکم (۱/۱۱۶) وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اجماع امت شرعی دلیل وحجت ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا... اجماع خبر واحد سے بڑا ہے۔"

(علمی مقالات: ۵/۳۵، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۱۲ء)

"اجماع خبر واحد (حدیث نبوی) سے بڑا ہے" کا جملہ علی زئی صاحب نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے علمی مقالات: ۵/۸۹ پر بھی درج کیا ہے۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری الکاتب الصدوق رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ ھ) نے فرمایا: "اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک روایت سے زیادہ اجماع سے حق ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ حدیث پر سہو اور غفلت کا اعتراض ہو سکتا ہے، شبہات، تاویلات اور ناسخ منسوخ کا احتمال ہو سکتا ہے اور یہ بھی (کہا جا سکتا ہے) کہ ثقہ نے اسے غیر ثقہ سے لیا تھا... اور اجماع ان تمام باتوں سے محفوظ ہے۔"

(علمی مقالات: ۵/۹۶، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۱۲ء)

شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تو کہا ہے کہ: وَالْاِجْمَاعُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَقْوٰى مِنَ الْخَبَرِ فِيْهِ، اس بارے میں اجماع حدیث سے زیادہ قوی ہے۔"

(فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی صفحہ ۱۷۶)

پہلی صدی میں اجماع کا حوالہ

اجماع کی حجیت پر مذکورہ بالا حوالہ جات پڑھ لینے کے بعد ہم اَب محدثین کرام کے حوالہ جات پیش کرنے لگے ہیں کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ لیکن محدثین کے حوالوں سے پہلے غیر مقلدین کے ''بیہقی وقت''مولانا شرف الدین دہلوی اور اُن کے ''محدث العصر''شیخ زبیر علی زئی کا اعتراف ملاحظہ فرمالیں۔

دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ صحابہ تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۷)

علی زئی صاحب نے امام شریح رحمہ اللہ کے فتوی ''اکھٹی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''قُلْتُ :وَصَحَّ بِنَحْوِ الْمَعْنٰی عِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّغَیْرِہٖ مَنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ، وَلَا یُعْرَفُ لَھُمْ مُخَالِفٌ فِیْ اِیْقَاعِ الثَّلَاثَ جَمِیْعًا فَھٰذَا اِجْمَاعٌ ۔

(حاشیہ جزء علی بن محمد الحمیری:۳۷ تحت حدیث:۴۳)

میں کہتا ہوں: اور اسی طرح کا مفہوم ابن عباس و غیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے صحیح سند سے ثابت ہے اکھٹی تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، لہذا یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

تین طلاقوں کے تین ہونے پہ اجماع صحابہ کرام کے حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے تیسرے باب ''آثار صحابہ کرام''میں بھی مذکور ہیں۔

عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عُتَیْبَۃَ اَنَّ رَجُلًا اَرَادَاَنْ یُّطَلِّقَ امْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا فَلَمَّا اَرَادَاَنْ یَلْفَظَ بِذَالِکَ اَخَذَ رَجُلٌ عَلٰی فِیْہِ وَاَمْسَکَ بِالثَّلَاثِ فَاَجْمَعَ اَھْلُ الْعِلمِ عَلٰی اَنَّہٗ ثَلَاثٌ۔

(مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ: ۴/۱۹۲۱)

ترجمہ: حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دینے کا ارادہ کیا جب نے اس نے تین طلاقوں کا لفظ بولنا چاہا تو کسی نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا

مگر وہ تین طلاقوں کو چمٹا رہا تو اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ اس صورت میں تین واقع ہوں گی۔"

امام حکم رحمہ اللہ کی وفات ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

دوسری صدی میں اجماع کا حوالہ

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ ثَلَاثاً قَالَ یَذْھَبُ اَحَدُکُمْ فَیَتَلَطَّخُ بِالنَّتْنِ ثُمَّ یَاْتِیْنَا، اِذْھَبْ فَقَدْ عَصَیْتَ رَبَّکَ وَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْکَ امْرَاَتُکَ لَا تَحِلُّ لَکَ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَوْلُ الْعَامَّۃِ لَااخْتِلَافَ فِیْہِ ۔

(کتاب الاثار بروایۃ امام محمد صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ: عطاء بن ابی رباح نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ ابن عباس نے کہا: تم سے کوئی بدبو کے ساتھ لتھ پتھ ہو کر ہمارے پاس آجاتا ہے۔ چلا جا تو نے اپنے رب کی نافرنی کی ہے اور یقینا تیری بیوی تجھ حرام ہو چکی، تیرے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک تیرے غیر سے نکاح نہ کرلے۔ امام محمد نے کہا اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور عام علماء کا ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہے۔

تیسری صدی میں اجماع کا حوالہ

محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (وفات: ۲۹۴ھ) کہتے ہیں:

"وَلَا اخْتِلَافَ بَیْنَ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّھَا اِذَا کَانَتْ مَدْخُوْلاً بِھَا فَقَالَ لَھَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ سَکَتَ اَوْ لَمْ یَسْکُتْ فِیْمَا بَیْنَھُمَا اَنَّھَا طَالِقٌ۔"

(اختلاف العلماء صفحہ ۱۳۴)

ترجمہ: اور اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس عورت سے صحبت ہو چکی ہو اگر اس کو خاوند طلاق کے تین لفظ کہے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ ان تین لفظوں میں درمیان وقفہ کرے یا نہ کرے یہ تین طلاقیں شمار ہوتی ہیں۔

چوتھی صدی میں اجماع کا حوالہ

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ (وفات: ۳۱۹) لکھتے ہیں:

”وَاَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَةً اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اَنَّ ثَلَاثًا مِنْهَا تُحَرِّمُهَا عَلَيْهِ رُوِىَ مَعْنٰى هٰذَا الْقَوْلِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَالثَّوْرِیُّ وَ الْاَوْزَاعِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَاَبُوْعُبَيْدٍ۔“

(الاشراف علی مذاہب العلماء: ۵/۱۹۰)

ترجمہ: جن اہلِ علم سے ہم علم محفوظ کرتے ہیں ان سب کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین سے زیادہ طلاقیں دے دے تو تین طلاقیں اس کو شوہر پر حرام کر دیتی ہیں اور اسی جیسا فتویٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبید رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔

مفسر قرآن امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (وفات: ۳۷۰) لکھتے ہیں:

”فَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَاِجْمَاعُ السَّلَفِ تُوْجِبُ اِيْقَاعَ الثَّلَاثِ مَعًا۔“

(احکام القرآن: ۲/۸۵)

ترجمہ: پس کتاب و سنت اور سلف کا اجماع اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کو واجب کرتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ کو اجماعی بتایا ہے اُن کا حوالہ ”باب نمبر: ۶ محدثین کا مسلک“ کے تحت منقول ہو چکا ہے۔

پانچویں صدی میں اجماع کا حوالہ

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (وفات: ۴۶۴ھ) لکھتے ہیں:

”لَيْسَ فِیْ هٰذَيْنِ الْخَبْرَيْنِ ذِكْرُ الْبَتَّةَ وَاِنَّمَا فِيْهِمَا وُقُوْعُ الثَّلَاثَةِ مُجْتَمَعَاتٍ غَيْرَ مُتَفَرِّقَاتٍ وَلُزُوْمُهَا وَهُوَ مَا لَاخِلَافَ فِيْهِ بَيْنَ اَئِمَّةِ الْفَتْوٰى بِالْاَمْصَارِ۔“

(الاستذکار:۶/۳)

ترجمہ: ان دو حدیثوں میں لفظ ''البتہ'' کا ذِکر نہیں ہے، ان میں صرف اکٹھی طلاقوں کے وقوع اور لزوم کا ذِکر ہے اور اس میں ائمہ فتویٰ کے درمیان کہیں پر بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَلَمْ يَخْتَلِفْ فُقَهَاءُ الْاَمْصَارِ وَائِمَّةُ الْهُدٰى فِيمَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِيْ طُهْرٍ مَسَّ فِيْهِ اَوْ لَمْ يَمَسَّ فِيْهِ اَوْ فِيْ حَيْضٍ اَنَّهٗ يَلْزَمُهٗ طَلَاقُهٗ وَلَا تَحِلُّ لَهٗ امْرَاَتُهٗ اِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ۔''

(الکافی فی فقہ اھل المدینۃ:۲/۵۷۱)

ترجمہ: اس میں عالم اسلام کے فقہاء اور ائمہ ہدیٰ کا کوئی اختلاف نہیں کہ جو آدمی بیوی کو طہر میں جماع سے قبل یا جماع کے بعد تین طلاقیں دے یا حالتِ حیض میں تین طلاقیں دے تو یہ تین طلاقیں اس پر لازم ہو جاتی ہیں اور اس کے لیے اس کی مطلقہ بیوی تب حلال ہو گی جب وہ عورت دوسرے آدمی سے نکاح کرے۔

محمد بن الفرج القرطبی (وفات:۴۹۷) لکھتے ہیں:

''وَتَعَلَّقَ بِهٰذَا بَعْضُ اَصْحَابِ الظَّاهِرِ وَ رَاَوْ اَنَّ الطَّلَاقَ فِيْ الْحَيْضِ لَا يَلْزَمُ اِلَّا مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا اَوْ آخِرَ تَطْلِيْقَةٍ فَاِنَّهٗ يَلْزَمُ بِاِجْمَاعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ كُلِّهِمْ۔''

(اقضية رسول صلى الله عليه وسلم :۱/۷۲)

ترجمہ: اس کے ساتھ بعض اصحاب ظاہر نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ حالت حیض میں طلاق لازم نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے یا آخری تیسری طلاق دے تو سب علماء کا اجماع ہے کہ وہ لازم ہو جاتی ہیں۔

چھٹی صدی میں اجماع کا حوالہ

امام ابن رشد رحمہ اللہ (وفات:۵۲۰) لکھتے ہیں:

''وَالْقَوْلُ بِاَنَّ الْمُطَلَّقَةَ ثَلَاثًا فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ لَا تَحِلُّ اِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ مِمَّا اَجْمَعَ عَلَيْهِ فُقَهَاءُ الْاَمْصَارِ وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِيْهِ۔''

(فتاویٰ ابن رشد صفحہ ۱۳۹۳)

ترجمہ: یہ مذہب کہ اکٹھی تین طلاقوں کے بعد طلاق دینے والے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی مگر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح بعد، یہ ایسا مذہب ہے جس پر عالم اسلام کے فقہاء کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام مازری رحمہ اللہ (وفات:۵۳۶) نے بعض لوگوں کی طرف سے دو قول نقل کئے ایک یہ کہ اگر تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد لکھا:

"وَهٰذَا قَوْلَانِ لَمْ يَقُلْ بِهِمَا اَحَدٌ مِّنْ فُقَهَاءِ الْاَمْصَارِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى۔"

(اکمال المعلم:۵/۱۰)

ترجمہ: اور یہ دونوں قول ایسے ہیں کہ عالم اسلام کے فقہاء اور ائمہ فتویٰ میں سے کوئی بھی ان کا قائل نہیں۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ (وفات:۵۴۳) کا حوالہ "باب:۶ محدثین کرام کا مسلک" کے تحت منقول ہو چکا ہے۔

امام یحیٰ بن محمد شیبانی رحمہ اللہ (وفات:۵۶۰ھ) لکھتے ہیں:

"وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْكَلِمَاتٍ فِىْ حَالَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْفِىْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اخْتَلَفُوْا بَعْدَ وُقُوْعِهٖ وَنُفُوْذِهٖ هَلْ هُوَ طَلَاقُ سُنَّةٍ اَوْبِدْعَةٍ؟۔"

(اختلاف الائمۃ العلماء:۲/۱۶۷)

ترجمہ: اور مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں ایک کلمہ کے ساتھ ہوں یا ایک مجلس میں مختلف کلمات کے ساتھ ہوں یا ایک طہر میں ہوں وہ نافذ اور واقع ہو جاتی ہیں پھر اس میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ وقوع اور نفاذ کے بعد یہ شرعی طلاق ہے یا غیر شرعی۔

ساتویں صدی میں اجماع کا حوالہ

ابو البرکات عبد السلام ابن تیمیہ الحنبلی (وفات ۶۲۱ھ) فرماتے ہیں: ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے پر اجماع ہے۔(منتقى الاخبار و مع النيل جلد۶/۲۳۳)

امام قرطبی رحمہ اللہ (وفات:۶۷۱) لکھتے ہیں:

”قَالَ عُلَمَاءُ نَا وَاتَّفَقَ اَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى لُزُوْمِ اِيْقَاعِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ۔“

(تفسیر قرطبی:۳/۱۲۹)

ترجمہ: ہمارے علماء نے کہاہے کہ ایک کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع اور لزوم پر ائمہ فتوی کا اتفاق ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ (وفات:۶۸۲ھ) کے نزدیک تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع ہے۔(المغنی لابن قدامہ:۱۶/۴۷۳) جیساکہ ہماری اسی کتاب ”باب:۶ محدثین کرام کا مسلک“میں مذکور ہے۔

آٹھویں صدی میں اجماع کا حوالہ

عبد الرحمن بن احمد ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (وفات:۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

”اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَدِّ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفَتَاوٰى فِي الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَيْءٌ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سِيْقَ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ۔“

(شرح علل الترمذی:۱/۲۵۳)

ترجمہ: جان لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ سلف رحمہم اللہ کہ جن کا حلال و حرام میں قول معتبر ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں کہ تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ مدخولہ بیوی کے حق میں ایک شمار ہوتی ہے۔

نویں صدی میں اجماع کا حوالہ

امام محمد بن الابی رحمہ اللہ (وفات:۸۲۷ھ یا ۸۲۸) لکھتے ہیں:

”مَذْهَبُ الْكَافَّةِ اَنَّ الْمُطَلِّقَ ثَلَاثًا فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ تَلْزَمُهُ الثَّلَاثُ۔“

(اکمال اکمال المعلم:۴/۱۰۹)

ترجمہ: تمام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والے پر تینوں طلاقیں لازم ہو جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”فَالرَّاجِحُ فِی الْمَوْضِعَیْنِ تَحْرِیْمُ الْمُتْعَةِ وَاِیْقَاعُ الثَّلَاثِ لِلْاِجْمَاعِ الَّذِی انْعَقَدَ فِیْ عَهْدِ عُمَرَ عَلٰی ذٰلِکَ وَلَا یُحْفَظُ اَنَّ اَحَدًا فِیْ عَهْدِ عُمَرَ خَالَفَهٗ فِیْ وَاحِدٍ مِنْهُمَاوَقَدْ دَلَّ اِجْمَاعُهُمْ عَلٰی وُجُوْدِ النَّاسِخِ۔“

(فتح الباری:۹/۴۵۷)

ترجمہ: متعہ کی حرمت اور اکٹھی تین طلاقوں کا وقوع اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان دونوں مسئلوں پر منعقد ہوا اور عہد عمر میں ان دونوں مسئلوں میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی۔ اور صحابہ کا اجماع اس بات پر دلیل ہے کہ پہلے حکم (اباحتِ متعہ اور تین طلاق کے بعد رجوع) کا ناسخ موجود ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) طلاقیں دینے والے کو فتویٰ دیا کہ آپ کی بیوی جدا ہو گئی۔ امام ابن ہمام رحمہ اللہ (وفات: ۸۶۱ھ) نے اسے نقل کر کے لکھا:

”وَظَاہِرُہُ الْاِجْمَاعُ عَلٰی ھٰذَا الْجَوَابِ...اِنَّهٗ اِجْمَاعٌ سَکُوْتِیٌّ وَلَمْ یَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ ۔“

(فتح القدیر:۷/۴۵۹)

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ اس جواب پر صحابہ کا اجماع ہے یعنی اجماع سکوتی ہے اور صحابہ کرام میں کوئی بھی ان کی مخالفت کرنے والا ظاہر نہیں ہوا۔

دسویں صدی میں اجماع کا حوالہ

امام قسطلانی رحمہ اللہ (وفات: ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

”وَاخْتَلَفُوْا مَعَ الْاِتِّفَاقِ عَلَى الْوُقُوْعِ ثَلَاثًا هَلْ یُکْرَہُ اَوْ یَحْرُمُ اَوْ یُبَاحُ اَوْ یَکُوْنُ بِدْعِیًّا اَوْ لَا ۔“

(ارشاد الساری:۸/۱۳۲)

ترجمہ: اکٹھی تین طلاقوں کے واقع ہونے پر اتفاق کے باوجود اس میں اختلاف ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا مکروہ ہے یا حرام یا مباح یا بدعت ہے یا نہیں۔

گیارہویں صدی میں اجماع کا حوالہ

امام محمد بن احمد الفاسی رحمہ اللہ (وفات: ۱۰۷۲ھ) فرماتے ہیں:

”نَقَلَ ابْنُ عَبْدُ الْبَرّ وَغَیْرُہٗ الْاِجْمَاعَ عَلٰی لُزُوْمِ الثَّلَاثِ۔“

(الاتقان والاحکام فی شرح تحفۃ الحکام: ۱/۲۲۰)

ترجمہ: تین طلاقوں کے وقوع پر ابن عبد البر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے۔

بارہویں صدی میں اجماع کا حوالہ

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی (وفات: ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں:

”والجمھور علی وقوع الثلاث بل حکی ابن عبد البر الاجماع قائلا ان خلافه شاذ لا یلتفت الیه۔“

(زرقانی شرح موطا: ۳/۱۶۷)

ترجمہ: جمہور تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں بلکہ امام ابن عبد البر نے یہ کہتے ہوئے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس کے خلاف قول شاذ ہے اس کی طرف التفات ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تین طلاقوں کو ایک کہنا شاذ قول ہے۔ جو لوگ تین کو ایک کہتے ہیں وہ اس شاذ قول کے پیرو ہیں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ نے امام زرقانی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرکے لکھا ہے:

”اس سے ثابت ہوا کہ جمہور اہلِ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس اجماع کے خلاف قول شاذ ہے جس کی طرف نگاہ اٹھانے اور التفات کرنے کی ہی ضرورت نہیں ہے۔“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۳۶)

تیرہویں صدی میں اجماع کا حوالہ

مفسر قرآن امام احمد بن محمد صاوی لکھتے ہیں:

”فَاِنْ طَلَّقَهَا اَیْ طَلْقَةً ثَالِثَةً سَوَاءٌ وَقَعَ الْاِثْنَتَانِ فِیْ مَرَّةٍ اَوْ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ ثَبَتَ طَلَاقُهَا ثَلَاثًا فِیْ مَرَّةٍ اَوْ مَرَّاتٍ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الخ كَمَا اِذَا قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا وَهٰذَا هُوَ الْمُجْمَعُ عَلَيْهِ۔

(تفسیر الصاوی:۱/ ۱۷۲)

یعنی شوہر نے تیسری طلاق دی خواہ پہلی دو طلاقیں اکٹھی دیں ہوں یا دو دو بار دی ہوں، اسی طرح اگر عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دیں یا متفرق جیسے مرد کہے تجھے تین طلاقیں ہیں تو وہ عورت اس آدمی کے لیے حلال نہیں، اس پر اجماع ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (وفات:۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

”اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّهٗ مَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا يَقَعُ ثَلَاثًا۔“

(التفسیر المظهری :۱/ ۵۶۰)

ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو کہا تجھے تین طلاقیں ہیں تو بالاجماع تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ سید آلوسی رحمہ اللہ (وفات:۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

”جب حضرات صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ بغیر کسی نص کے تو یہ نہیں ہو سکتا۔“

(روح المعانی:۲/ ۱۱۸)

چودھویں صدی میں اجماع کا حوالہ

علامہ وہبہ ذحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَتَنْفُذُ الطَّلْقَاتُ الثَّلَاثُ بِالْاِتِّفَاقِ سَوَاءٌ طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ اَمْ جَمَعَ الثَّلَاثَ فِیْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ بِاَنْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ۔“

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۹/ ۳۶۴)

ترجمہ: جمہور کے نزدیک بالاتفاق تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں خواہ آدمی عورت کو یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دے یا ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے جیسے اس نے کہا تجھے تین

طلاقیں ہیں۔

پندرہویں صدی میں اجماع کا حوالہ

علامہ ابن جبرین رحمہ اللہ (وفات: ۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

”هٰذَا الَّذِیْ اجْتَمَعَ عَلَیْهِ الصَّحَابَةُ وَالْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ عَلٰی اَنَّ مَنْ جَمَعَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ اَنَّهٗ یُعَدُّ طَلَاقًا وَاَنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهٗ اِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ۔“

(شرح اخصر المختصرات لابن جبرین: ۶۶/۸)

ترجمہ: یہ (اکٹھی تین طلاقوں کا وقوع) وہ چیز ہے جس پر صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کا اجماع ہے یعنی جو آدمی اکٹھی تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ دے تو اس کے ساتھ ایسی طلاق واقع ہوتی ہے جس کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لیے دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کے بغیر حلال نہیں ہوتی۔

تنبیہ: تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع والے حوالے حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ کی کتاب ’حرام کاری سے بچئے“ سے لیے ہیں۔

حافظ احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ جمہور کا مسلک یوں نقل کرتے ہیں:

”وَلَمَّا ثَبَتَ عِنْدَهُمْ عَنْ اَئِمَّةِ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ اَلْزَمُوْا بِالثَّلَاثِ الْمَجْمُوْعَةِ قَالُوْا لَا یَلْزَمُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا وَذٰلِکَ مُقْتَضَی الشَّرْعِ وَاعْتَقَدَ طَائِفَةٌ لُزُوْمَ هٰذَا الطَّلَاقِ وَاِنَّ ذٰلِکَ اِجْمَاعٌ لِکَوْنِهِمْ لَمْ یَعْلَمُوْا خِلَافًا ثَابِتًا۔

(فتاویٰ ۲۱/۳ طبع مصر)

ترجمہ: اور جب ان کے نزدیک ائمہ صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے تین اکٹھی طلاقوں کو لازم قرار دیا ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام سے بلا دلیل شرعی ایسا نہیں ہو سکتا اور اس گروہ نے ان کے لزوم کا اعتقاد کیا اور یہ ان کے نزدیک اجماعی امر ہے کیوں کہ اس کے خلاف ان کے علم میں کچھ ثابت ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اعتراف کیا ہے کہ تین طلاقوں کو تین کہنے والے اس مسئلہ کو اجماعی کہتے ہیں۔ اس لئے دَور حاضر کے بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ”تین کو تین محض تقلید امام کی وجہ سے کہا جاتا ہے“ صحیح

ترجمانی نہیں ہے۔

تین طلاقوں کے وقوع کو اجماعی مسئلہ کہنے پہ غیر مقلدین کی برہمی

قارئین کرام! آپ اوپر تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کے حوالے علمائے امت کی زبانی ملاحظہ فرما چکے جن میں اکثر محدثین کے حوالے ہیں۔ اب ذرا غیر مقلدین کے جذباتی مصنفین کی تحریریں پڑھیں۔

حافظ محمد اسحاق زاہد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"احناف مقلدین یہ دعویٰ کرتے تھکتے نہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو تین شمار کرنے کا حکم جاری کیا ہے، تب سے اس حکم پر اجماع چلا آرہا ہے، اور اس سے سوائے اہلِ حدیثوں کے کسی اور نے اختلاف نہیں کیا، حالاں کہ یہ بہت بڑی علمی خیانت ہے اور جھوٹے پروپیگنڈہ کے علاوہ کچھ نہیں۔"

(اہلِ حدیث اور علماء حرمین کا اتفاق رائے صفحہ ٦٦)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسے امت کا اجماع کہنا سراسر بہتان اور غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔"

(احسن الابحاث صفحہ ۴۹،۵۰)

مولانا امین محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسے اجماع کہنے والا غلط بیانی کرتا ہے۔"

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱٦۱)

غیر مقلدین کی مذکورہ عبارات میں تین طلاق کے مسئلہ کو اجماعی کہنے پر "بہت بڑی علمی خیانت ... جھوٹے پروپیگنڈہ... سراسر بہتان... اور غلط بیانی" کی پھبتی کسی گئی ہے۔ کیا یہ سب باتیں ان نامور محدثین کرام پر چسپاں ہوں گی جنہوں نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا؟ جیسا کہ اوپر باحوالہ مذکور ہوا۔

اسی باب میں آگے مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد کی عبارت ان کی کتاب "مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۰۵" کے حوالہ سے آرہی ہے ان شاء اللہ۔ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع ہے۔ اسی طرح آثار صحابہ کرام کے تحت پروفیسر قاضی مقبول احمد غیر مقلد کا حوالہ (مسئلہ اجتہاد صفحہ ۴۸، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

منقول ہو چکا کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ غیر مقلدین نے اوپر جو طعن امیز جملے اہل سنت پر کسے ہیں اس کی زَد میں ان کے اپنے بزرگ: پروفیسر قاضی مقبول احمد اور مولانا محمد حنیف ندوی بھی آتے ہیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ سب سے بڑا اجماع تو مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے بتایا کہ سات صدیوں تک تین کو تین کہنا اجماعی رہا، اس اجماع کے خلاف سب سے پہلا قدم حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اُٹھایا۔

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۷)

اس لیے غیر مقلدین کے مذکورہ بالا طعن امیز جملوں کی زد سے مولانا شرف الدین دہلوی کو کسی طرح بھی نہیں بچایا جا سکتا۔

قارئین کو ہم آگاہ کرتے چلیں کہ غیر مقلدین نے اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کو اجماعی مسئلہ کہنے پہ جو جملے کسے ہیں یہ خود انہی پر سچے آتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے اقرار کے مطابق انہی صفات والے ہیں حوالہ جات کے لئے ہماری کتاب ”زبیر علی زئی کا تعاقب“ دیکھ سکتے ہیں۔

مکھی پر مکھی مارنے والے غیر مقلدین

مولانا امین محمدی غیر مقلد زیرِ بحث مسئلہ کے اجماعی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسے اجماع کہنے والا غلط بیانی کرتا ہے۔ کتاب و سنت کے اصول وضوابط کے ہوتے ہوئے ایسا اجماع خارج از امکان ہے کوئی ساری دنیا مقلد نہیں کہ مکھی پر مکھی مارتے رہیں۔“

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۶۱)

جب کہ پیچھے با حوالہ گذر چکا کہ نامی گرامی محدثین اور متعدد غیر مقلد بزرگوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کو تسلیم کیا ہے۔ تو یہ سب امین صاحب کے نزدیک غلط بیانی کے مرتکب اور ناممکن بات کو ثابت قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں اور مزید یہ کہ وہ سب مکھی پر مکھی مارنے والے ہیں۔ یہ کس قدر جذباتی فیصلہ ہے!؟

بات چل نکلی ہے تو ہم یہاں بتا دینا چاہتے ہیں کہ مکھی پہ مکھی مارنے والے کون ہیں؟ اہلِ سنت محدثین اور یا پاک وہند کے نام نہاد اہلِ حدیث؟

مولانا عبد الجلیل سامرودی غیر مقلد نے قبر پر مٹی ڈالتے وقت منھا خلقنٰکم... پڑھنے کو غیر ثابت

بتلانے پر ایک مضمون تحریر کیا۔ اس میں اپنی جماعت کے چار بڑے ستونوں بالفاظ دیگر اپنے مسلک کے ائمہ اربعہ کو مکھی پر مکھی مارنے والا تقلیدی قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو

سامرودی صاحب لکھتے ہیں:

"امام شوکانیؒ نے اپنی تفسیر میں مسند احمد اور امام حاکم سے یہی ام کلثومؓ والی روایت بیان کی ہے ساتھ ہی محولا بالا ابن کثیرؒ کا مضمون تقلیداً نقل کر دیا ہے، نہ کہ تحقیقاً۔ ہمارے والا جاہ صدیق الحسن بھوپال نے بھی اپنی تفسیر فتح البیان میں امام شوکانیؒ کی تقلید اور انہی کی تفسیر کی عبارت نقل کر دی صرف مکھی پر مکھی ماری، کسی تحقیق کے طریقہ سے نہیں لکھا۔ اب ان سے قدرے نیچے آیئے۔ مولانا وحید الزمانؒ مترجم صحاح ستہ ابن ماجہ کے ترجمہ میں نواب قطب الدین دہلویؒ کی مظاہر الحق کی تقلید میں وہی مضمون لکھتے ہیں... انتھی یہ عبارت مظاہر الحق کی ہے اسی عبارت کو مترجم ابن ماجہ مولانا وحید الزمان نے بھی نقل کر دیا وہی مکھی پر مکھی ماری گئی ہے۔ مجھے اپنے مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوریؒ پر تعجب ہے کہ ایک مشہور محقق ہوتے ہوئے اپنی کتاب الجنائز کے صفحہ ۴۵ پر علمائے حنفیہ اور شافعیہ سے مستحب ہونے کو لکھ کر اس کی تائید میں لکھتے ہیں...."

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۲۸۶/۵)

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی غیر مقلد اپنی جماعت کے مؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"بھٹی صاحب مرحوم نے "تذکرہ سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ" میں ایک مقام پر قاضی صاحب رحمہ اللہ کے کچھ اشعار نقل کرنے کے بعد لکھا: "میں نے تو مکھی پر مکھی مارنے کی کوشش کی ہے۔ معلوم نہیں ساری مکھیاں مر گئیں یا اُن کے مرنے میں کوئی کسر رہ گئی ہے۔"

(ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی صفحہ ۱۷۸، مرتب حمید اللہ خان عزیز)

سعیدی صاحب نے بھٹی صاحب کو خط لکھا اس میں مکھیاں مارنے والی مذکورہ بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اس جملے پر خوب ہنسی آئی۔ آپ کو داد دی، بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ آپ نے پوری

کتاب میں ہی مکھیاں ماری ہیں اور کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔"

(ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی صفحہ ۵۵۲، مرتب حمید اللہ خان عزیز)

"دعویٰ اجماع جھوٹ" ہے، اعتراض کا جواب

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: من ادعی الاجماع فقد کذب، جو کسی مسئلے کی بابت اجماع کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا ہے۔۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۹۴، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

حاشیہ میں اس کا حوالہ: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۱۹/۱۷۲ دیا گیا ہے۔

الجواب:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد اِس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کی وضاحت میں عرض ہے کہ یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے جو اِختلافی مسائل میں علم ہونے کے باوجود اِختلافی چیز پر اجماع کا دعوی کرے۔"

(علمی مقالات: ۵/۹۱)

علی زئی صاحب دوسری جگہ کہتے ہیں:

"اجماع حجت ہے اور اس کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اور جن علماء کا یہ موقف ہے کہ اجماع نہیں ہو سکتا، میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۲۸۱، طبع مکتبہ اسلامیہ)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد نے اس کا جواب درج ذیل الفاظ میں دیا:

"امام احمد کا یہ فرمان اجماع کے غلط دعاوی کے بارے میں تھا۔ جو اُس دَور کے بدعتی فرقے نصوص صریحہ کی مخالفت میں کرتے اور ان کا سہارا لیتے تھے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حافظ ابن القیم اور ان کے شیخ امام ابن تیمیہ کی تالیفات میں بعض جگہ یہ وضاحت ملتی ہے۔"

(حاشیہ فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۲/۷۹ بحوالہ علمی مقالات: ۵/۹۱)

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ بدعتی لوگ اپنے بدعتی مسائل کے اثبات میں اجماع کے دعوے کیا کرتے ہیں، وہ جھوٹے دعوے ہیں۔ جب کہ تین طلاقوں کو تین کہنا بدعتیوں کا مسلک نہیں بلکہ اہلِ سنت کا ہے، پھر اسے اجماعی مسئلہ کہنے والے عام لوگ نہیں بلکہ بڑے بڑے نامی گرامی محدثین اور زعمائے ملت ہیں۔

یہاں غیر مقلدین سے ہم الزاماً پوچھ سکتے ہیں کہ انہوں نے جن جن مسائل کو اجماعی کہا تو وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب فتوی کے مطابق کیا ثابت ہوتے ہیں؟ جھوٹے یا کچھ اور؟

خود زیر بحث مسئلہ میں کئی غیر مقلدین نے دعوی کر رکھا ہے کہ اکٹھی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر دَورِ نبوی اور زمانہ ابو بکری میں اجماع رہا ہے۔ جب کہ محدثین کرام، علمائے متقدمین اور بعض غیر مقلدین نے اس کے برعکس تین کے تین ہونے پر اجماع بتایا ہے، جیساکہ پہلے باحوالہ منقول ہوا۔ اس لئے تین کے ایک ہونے کو اجماعی کہنا غلط ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب بات اگر صحیح ہے تو اس کا صحیح اور حقیقی مصداق وہ غیر مقلدین ہیں جو تین طلاقوں کے ایک ہونے پہ اجماع کا دعویٰ کئے بیٹھے ہیں۔

اجماع امت کی خلاف ورزی کو جائز کہنے کی جسارت

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد ''کیا اجماع کی مخالفت صحیح اور صحت مند ہو سکتی ہے'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

> ''بسا اوقات اجماع کی خلاف ورزی صحیح اور صحت مند بھی ہو سکتی ہے اس کی روشن مثال ابن تیمیہ کا وہ اجتہاد ہے جو اُنہوں نے ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں پیش فرمایا۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ایسی تین طلاقیں رجعی ہوتی ہیں۔ حالاں کہ فقہاء مذاہب کا قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ ان سے قطعی بینونت ہو جاتی ہے۔ فقہاء مذاہب اربعہ اور ابن تیمیہؒ کے دلائل پر جب غور کیا جاتا ہے جو اِس خصوص میں دونوں طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حق ابن تیمیہؒ کے ساتھ ہے اور اجماع ان بزرگوں کے ساتھ۔''
>
> (مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۰۵)

ندوی صاحب کا قائم کردہ عنوان ''کیا اجماع کی مخالفت صحیح اور صحت مند ہو سکتی ہے۔'' پیشِ نگاہ رہے اور پھر معنون میں بھی اعتراف کیا ہے کہ تین طلاق کے تین ہونے پہ اجماع ہے، اس کے باوجود اجماع کی مخالفت کو

جائز قرار دیا ہے۔ گویا اُن کے نزدیک اجماع کی خلاف ورزی نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کے خلاف دوسرا پہلو حق بھی ہو سکتا ہے۔

فائدہ: اس باب کے تحت محدثین اور غیر مقلدین کے حوالے مذکور ہوئے کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پہ اجماع ہے۔ اس کے پیشِ نظر بھی یہ کہنا بجا ہے کہ قرآن وحدیث میں تین کے ایک کہنے کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ خود غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف اجماع نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جہاں تک اہلِ حدیث کے موقف کی بات ہے وہ صاف وشفاف ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف نہ اجماع ہو سکتا ہے، نہ ہی قیاس۔"

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۹۹، نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخ اشاعت: اپریل/ ۲۰۰۶ء)

مزید تفصیل کے لئے ہماری اسی کتاب کا باب: ۱۴، غیر مقلدین کی قیاسی آراء کا جائزہ" دیکھئے۔

باب نمبر 9: شاذ اقوال اجماع کے لیے مضر نہیں

پچھلے باب میں علمائے کرام اور محدثین عظام کے حوالہ جات مذکور ہیں کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع ہے۔ اب ہم ایک اور پہلو قارئین کے سامنے لانا چاہتے ہیں کہ محدثین وعلماء نے نہ صرف اس مسئلہ کو اجماعی کہا بلکہ اس کے مخالف اقوال کو شاذ قرار دے کر فرمایا کہ ان کی وجہ سے اجماع میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ جن محدثین اور علماء کے حوالے ہم نقل کرنے لگے ہیں، انہوں نے ان لوگوں کی حیثیت بھی متعین کر دی جو تین طلاقوں کو ایک کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ ان اقوال کی روشنی میں اپنا مقام دیکھ اور اپنی حیثیت کا اندازہ کر لیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (وفات ۴۶۳ھ) کا حوالہ

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تین طلاق کو تین قرار دینے والے متعدد محدثین وفقہاء کے نام لکھ کر کہتے ہیں:

"وَمَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ قَالَ بِغَيْرِ هٰذَا اِلَّا الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاطٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقٍ وَ كِلَاهُمَا لَيْسَ بِفَقِيْهٍ وَلَا حُجَّةَ فِيْمَا قَالَهٗ قَالَ اَبُوْعُمَرَ اِدَّعٰى دَاوُدُ الْاِجْمَاعَ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَقَالَ لَيْسَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةٍ وَمَنْ قَالَ بِقَوْلِهٖ مِنَ الرَّافِضَةِ مِمَّنْ يُّعْتَرَضُ بِهٖ عَلَى الْاِجْمَاعِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ۔"

(الاستذکار:۶/۸)

ترجمہ: اور حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحاق کے علاوہ اہلِ سنت میں سے کسی کو میں نہیں جانتا جو اِس کے علاوہ کوئی اور مذہب رکھتا ہو اور یہ دونوں فقیہ نہیں اور ان کی بات حجت نہیں۔ ابو عمر و ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ داود نے اس مسئلے میں اجماع کا دعوی کیا ہے اور کہا ہے حجاج بن ارطاۃ اور جو رافضی اجماع کے خلاف مذہب رکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں نہیں کہ جن کی وجہ سے اجماع پر اعتراض کیا جاسکے کیوں کہ یہ اہلِ فقہ میں سے نہیں ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کے زعم میں جو اَشخاص (ابن ارطاۃ اور ابن اسحاق) تین طلاقوں کو ایک کہنے والے ہیں، انہوں نے ان کے متعلق "لَيْسَ بِفَقِيْهٍ" کے الفاظ لکھ کر ان کو غیر فقیہ کہا ہے۔ اور غیر مقلدین کے ہاں غیر فقیہ کا معنی "بے وقوف اور غیر سمجھ دار" ہے، جیساکہ درج ذیل حوالہ جات سے واضح ہے۔

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اردو زبان میں غیر فقیہ کا ٹھیک معنی بے وقوف کے ہوتے ہیں۔"

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۲۳۷، تاریخِ اشاعت: ۲۰۰۶ء، مطبوعہ: علی آصف پرنٹرز لاہور)

مولانا عبد الغفار محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ غیر فقیہ (بے سمجھ)"

(احناف کے ۳۵۰ سوالات صفحہ ۳۴۱، ناشر: ابو یاسر مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث خان بیلہ جلال پور پیر والا، تاریخِ اشاعت: درج نہیں)

انہوں نے دوسری جگہ لکھا:

"غیر فقیہ (بے سمجھ، بے عقل)... غیر فقیہ کہنا ان کو گالیاں دینے کے مترادف ہے۔"

(احناف کے ۳۵۰ سوالات صفحہ ۳۴۱)

محمدی صاحب نے غیر فقیہ کا ترجمہ قوسین میں "بے سمجھ، بے عقل" کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی کو غیر فقیہ کہنا یہ اسے گالی ہی نہیں بلکہ گالیاں دینے کے مترادف ہے۔

شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ان کو غیر فقیہ کہنا ان کی اہانت ہے۔“

(احناف کی چند کتب پر ایک نظر صفحہ ۱۹۲، ناشر: دار الاشاعت اشرفیہ سندھ قصور۔ اشاعت: اگست/۲۰۰۸ء)

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے صراحۃً لکھ دیا کہ تین کو ایک کہنا رافضیوں کا مذہب ہے۔ یہیں سے جان سکتے ہیں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک کہہ کر کن کی ہم نوائی حاصل کئے ہوئے ہیں!؟

امام ابن بطال رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (وفات ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

”وَالْخِلَافُ فِیْ ذٰلِکَ شُذُوْذٌ وَاِنَّمَا تَعَلَّقَ بِهٖ اَهْلُ الْبِدْعِ وَمَنْ لَّا یَلْتَفِتُ اِلَیْهِ لِشُذُوْذِهٖ عَنِ الْجَمَاعَةِ الَّتِیْ لَا یَجُوْزُ عَلَیْهَا التَّوَاطُؤُ عَلٰی تَحْرِیْف، الْکِتَابِ وَ السُّنَّة۔“

(شرح صحیح بخاری لابن البطال:۷/۳۹۰)

ترجمہ: اور اس شاذ قول کو صرف اہلِ بدعت نے اور ایسے لوگوں نے لیا ہے جو غیر معتبر ہیں کیوں کہ انہوں نے ایسی جماعت سے الگ مذہب اختیار کیا ہے جن کو کتاب و سنت کی تحریف پر متفق ہونا محال ہے۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے اس عبارت میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے مسئلہ کی بابت لکھ دیا کہ یہ اہلِ بدعت اور غیر معتبر لوگوں کا مسلک ہے۔

امام ابن رشد رحمہ اللہ کا حوالہ

امام ابن رشد رحمہ اللہ (وفات: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

”وَالْقَوْلُ بَاَنَّ الْمُطَلَّقَةَ ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ لَا تَحِلُّ لِمُطَلِّقِهَا اِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ مِمَّا اَجْمَعَ عَلَیْهِ فُقَهَاءُ الْاَمْصَار وَلَمْ یَخْتَلِفُوْا فِیْهِ فَالْکَاتِبُ الَّذِیْ ذِکَرْتَ عَنْهُ اَنَّهٗ اَنَّهٗ یُحِلُّهَا قَبْلَ زَوْجٍ وَیَکْتُبُ فِیْ ذٰلِکَ مُرَاجِعَةً رَجُلٌ جَاهِلٌ قَلِیْلٌ الْمَعْرِفَةِ ضَعِیْفَة الدِّیْنِ فَعَلَ مَا لَا یَسُوْغُ لَهٗ بِاِجْمَاعٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذْ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ فَتَسُوْغُ لَهٗ مُخَالِفَةُ مَا اَجْمَعَ عَلَیْهِ فُقَهَاءُ الْاَمْصَار مَالِکٌ وَّ الشَّافِعِیُّ وَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابُهُمْ اِنَّمَا فَرْضُهٗ تَقْلِیْدُ عُلَمَاءِ

وَقْتِہٖ فَلَا یَصِحُّ لَہٗ اَنْ یُّخَالِفَھُمْ بِرَاْیِہٖ فَالْوَاجِبُ اَنْ یُنْھٰی عَنْ ذٰلِکَ فَاِنْ لَّمْ یَنْتَہِ عَنْہُ اُدِّبَ عَلَیْہِ وَکَانَتْ جَرْحَۃً فِیْہِ تُسْقِطُ اِمَامَتَہٗ وَشَھَادَتَہٗ وَاَجَابَ مَنْ یَّنْقُلُ رَدَّ الْمُطَلَّقَۃَ ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَۃٍ وَاحِدَۃٍ دُوْنَ زَوْجٍ لَیْسَ ھُوَ بِجَرْحِہٖ اِلَّا اَنْ یَعْتَقِدَ ھٰذَا وَ یَرَاہُ حَقًّا اَوْ ثَبَتَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ فَعَلَہٗ فِیْ خَاصِیَّتِہٖ اَوْ اَفْتٰی غَیْرَہٗ بِہٖ فَھُوَ یُسْقِطُ شَھَادَتَہٗ لِتَعَلُّقِہٖ بِقَوْلٍ شَاذٍّ عَنْ بَعْضِ الْمُبْتَدِعَۃِ وَ بَعْضِ اَھْلِ الظَّاھِرِ وَتَرْکِ جُمْھُوْرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ وَالْمُتَاَخِّرِیْنَ فَاِنْ کَانَ اِنَّمَا عَنٰی بِقَوْلِہٖ اَنَّہٗ رَاٰی بِھٰذَا الْقَوْلِ لِمَنْ قَالَہٗ اَوْ سَمِعَہٗ مِنْہُ فَلَیْسَ بِجَرْحَۃٍ۔"

(فتاویٰ ابن رشد صفحہ ۱۳۹۳)

ترجمہ: یہ مذہب کہ اکٹھی تین طلاقوں کے بعد عورت طلاق دینے والے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی مگر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کے بعد ایسا مذہب ہے جس پر عالم اسلام کے فقہاء کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ پس جس شخص نے دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح سے پہلے محض رجوع کرنے کے ساتھ اس عورت کے پہلے خاوند کے لیے حلت کا فتویٰ دیا ہے وہ جاہل اور قلیل العلم ہے اور دین کے اعتبار سے کمزور ہے اس نے ایسا کام کیا ہے جو اہل علم کے اجماع کی وجہ سے جائز نہیں۔ وہ اہلِ اجتہاد میں سے نہیں کہ اس کے لئے اس کی گنجائش ہوتی ۔ پس اہلِ علم یعنی عالم اسلام کے فقہاء: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان فقہاء کے تلامذہ کے اجماع کی وجہ سے اس کے لیے مخالفت جائز نہیں۔ اس کا فرض تو وقت کے علماء کی تقلید ہے، اس لئے اس کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے۔ (حکام) پر واجب ہے کہ اکٹھی تین طلاق کے بعد رجوع کے فتویٰ دینے والے مفتی کو اس سے روکا جائے اور اگر وہ اس سے نہ رکے تو اس پر تعزیر لگائی جائے اور اس کا اجماع کے خلاف عقیدہ و فتویٰ ایسی جرح ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی امامت اور شہادت ساقط ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اکٹھی تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے پہلے خاوند کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور اس کو حق سمجھتا ہے یا اپنے بارے میں اس پر عمل کرتا ہے یا دوسروں کو یہی فتویٰ دیتا ہے تو اس سے وہ مردود الشہادت ہے کیوں کہ جمہور علماء کے قول کو چھوڑ دیا ہے۔ البتہ اگر اس کا یہ عقیدہ نہ ہو اور اس پر فتویٰ بھی نہ دے اور اس پر عمل

بھی نہ کرے اور محض دوسرے کا قول نقل کرے تو یہ جرح نہیں۔(جیسا کہ قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ کے اقوال بیان ہوئے ہیں یا جیسے اہلِ حق اپنی کتابوں میں اہلِ باطل کا باطل قول نقل کر دیتے ہیں)

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق تین طلاقوں کو تین کہنے پر فقہاء کا اجماع ہے اور غیر مقلدین کے ہاں اصل فقہاء تو محدثین ہی ہیں۔اس لئے یوں کہنا صحیح ہو گا کہ تین کے تین ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کو "جاہل اور قلیل العلم اور دین کے اعتبار سے کمزور۔" کہاہے۔اس کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی باتوں کی تصریح فرمائی ہے مثلاً تین کو ایک کہنے والا مردود الشہادت اور قابل تعزیر ہے۔غیر مقلدین ان الفاظ پہ غور کریں۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے یہ بھی کہہ دیا کہ ایسے بندے کو اس مسئلہ میں رائے زنی کا حق نہیں تھا اس کا فریضہ تو یہ تھا کہ وہ علمائے وقت کی تقلید کرتا۔لو جی!مسئلہ تین طلاق کے ضمن میں امام ابن رشد رحمہ اللہ نے تقلید کی فرضیت بھی لکھ دی ہے۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (وفات ۵۴۳ھ) تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع کا دعویٰ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وَلَا احْتَفَالَ بِالْحَجَّاجِ وَاِخْوَانِهٖ مِنَ الرَّافِضَةِ فَالْحَقُّ كَائِنٌ قَبْلَهُمْ۔"

(احکام القرآن لابن العربی: ۱/۲۷۷)

ترجمہ: حجاج اور اس کے رافضی بھائیوں کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ حق وہ ہے جو اُن سے پہلے موجود تھا۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اس جگہ تین طلاقوں کو ایک کہنے والے شخص کو غیر معتبر کہا ہے۔انہوں نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ تین کو ایک کہنا روافض کا مذہب ہے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ (وفات ۵۴۴ھ) تین طلاق کے تین پر اجماع کا دعویٰ کر کے لکھتے ہیں:

”وَمَا جَآءَ فِي الْحَدِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ مَا عَدَا مَا وَصَفَ فِيْهِ طَلَاقُ بِدْعَةٍ لٰكِنْ اَجْمَعَ اَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى لُزُوْمِهٖ اِذَا وَقَعَ اِلَّا مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ۔“

(اکمال المعلم:۸/۵)

ترجمہ: جو کچھ حدیث میں ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث میں بیان کردہ طریقہ کے ماسوا غیر شرعی ہے لیکن ائمہ فتویٰ کا اس کے لازم اور واقع ہونے پر اجماع ہے مگر خوارج اور روافض کا مذہب اس سے مختلف ہے لیکن ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق تین طلاقوں کو ایک کہنا خارجیوں اور رافضیوں کا مذہب ہے۔ یہیں سے اندازہ لگالیں کہ تین طلاقوں کو ایک کہنے میں غیر مقلدین کے ڈانڈے کن لوگوں سے ملتے ہیں؟

امام ابوالمظفر یحیٰ بن محمد بن ہبیرہ شیبانی رحمہ اللہ کا حوالہ

امام ابو المظفر یحیٰ بن محمد بن ہبیرہ شیبانی رحمہ اللہ (وفات:۵۶۰ھ) حدیث ابی الصہبا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”هٰذَا الْحَدِيْثُ قَدْ وَرَدَ هٰكَذَا وَعَمِلَ الْاُمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ وَمَا عَمَلَهٗ عُمَرُ قَدْ تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ بِالْقَبُوْلِ فَاَجْمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ اِلَّا مَنْ لَّا يُعْتَدُّ بِخِلَافِهٖ۔“

(الافصاح عن معانی الصحاح :۲۲۴/۳حدیث:۱۱۸۹)

ترجمہ: یہ حدیث اس طرح مروی ہے جب امت کا عمل اس کے خلاف ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا اس کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے سوائے ان لوگوں کے جن کی مخالفت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

امام ابو مظفر نے تصریح کر دی ہے کہ جو لوگ تین طلاقوں کو ایک کہتے ہیں ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ کا حوالہ

امام قرطبی رحمہ اللہ (وفات: ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

”وَشَذَّ طَاؤُسٌ وَّبَعْضُ اَهْلِ الظَّاهِرِ اِلٰی اَنَّ طَلَاقَ الثَّلَاثِ فِیْ کَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ یَقَعُ وَاحِدَةً۔“

(تفسیر قرطبی: ۱۲۹/۳)

ترجمہ: اور طاوس اور بعض اہلِ ظاہر کا شاذ قول یہ ہے کہ ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں واقع کی جائیں تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے تین طلاقوں کے ایک ہونے کے قول کو شاذ کہا ہے۔ غیر مقلدین اس شاذ قول کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”فَالْمُخَالِفُ بَعْدَ الْاِ جْمَاعِ مُنَابِذٌ لَّهٗ وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی عَدَمِ الْاِعْتِبَارِ مَنْ اَحْدَثَ الْاِخْتِلَافِ بَعْدَ الْاِتِّفَاقِ۔

(فتح الباری: ۴۵۷/۹)

ترجمہ: پس اس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اجماع کا منکر ہے اور جمہور کے نزدیک اجماع واتفاق کے بعد اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی تین کو ایک کہنے والوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو شیخ زبیر علی زئی نے ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔

(علمی مقالات: ۲۷۳/۱)

مولانا عبد الصمد غیر مقلد (مدرس مدرسہ سبل السلام دہلی) لکھتے ہیں:

”فن حدیث کے امام الائمہ حافظ ابن حجر عسقلانی۔“

(شرح بخاری داود راز: ۳۶/۷ تالیف مولانا داود راز)

مولانا خبیب اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”استاذ الدنیا فی علم الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ“

(مقالات اثریہ صفحہ ۳۶۸)

اثری صاحب نے یہی عبارت مقالات اثریہ صفحہ ۴۴۲ پہ بھی درج کی ہے۔

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ کا حوالہ

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

”وَقَالُوْا مَنْ خَالَفَ فِيْهِ فَهُوَ شَاذٌّ مُخَالِفٌ لِاَهْلِ السُّنَّةِ وَاِنَّمَا تَعَلَّقَ اَهْلُ الْبِدْعِ وَمَنْ لَّا يُلْتَفَتُ اِلَيْهِ لِشُذُوْذِهٖ عَنِ الْجَمَاعَةِ الَّتِيْ لَا تَجُوْزُ عَلَيْهِمُ التَّوَاطُؤُ عَلٰى تَحْرِيْفِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔“

(عمدۃ القاری شرح بخاری: ۲۰/۲۳۳)

ترجمہ: اور ان حضرات محدثین نے کہا ہے کہ جو شخص اس [مسئلہ تین طلاق کے وقوع کی (ناقل)] کی مخالفت کرتا ہے وہ اہل سنت کی مخالفت کرتا ہے اور جنتی جماعت سے جدا ہونے والا ہے اور اس مذہب کو اہلِ بدعت نے اور ایسے لوگوں نے اختیار کیا ہے کہ جن کی کوئی اہمیت نہیں کیوں کہ یہ ایسی جماعت حقہ سے جدا ہو گئے کہ جن کا کتاب و سنت کی تحریف پر متفق ہونا محال ہے۔

محدث عینی رحمہ اللہ نے تصریح کر دی ہے کہ تین طلاقوں کو ایک کہنے کے مسئلہ کو اہلِ بدعت اور غیر اہم لوگوں نے قبول کیا ہے۔

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

”وَلَاعِبْرَةَ بِمَنْ خَالَفَهُمْ۔“

(عمدة الرعاية حاشيه شرح الوقاية: ۲/۷۱)

ترجمہ: مخالف لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ نے بھی واضح طور پر لکھ دیا کہ تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک علامہ عبد الحی لکھنویؒ کا مقام

غیر مقلدین کے ہاں لکھنوی صاحب کا کیا مقام ہے؟ ملاحظہ ہو۔

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہندوستان کے مایہ ناز حنفی عالم مولوی عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ۔“

(براءۃ اہلِ حدیث صفحہ ۶۱)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”برصغیر پاک وہند میں جن حضرات کو تبحر علمی، جودت وذہانت، فہم و فراست، زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ کثرت تصنیف کا شرف حاصل ہے ان میں ایک حضرت مولانا علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ حضرت موصوف ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ بروز منگل پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۷ سال کی عمر میں والد محترم اور اپنے زمانہ کے اعیان سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ دوبار حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ دوسری بار ۱۲۹۲ھ میں حرمین کے شیوخ سے بھی سندیں حاصل کیں۔ عنفوان شباب ہی میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور نحو وصرف، منطق و حکمت، مناظرہ، تاریخ و رجال، فقہ و حدیث اور اصول و فروع جیسے متنوع علوم پر اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں ۱۰۷ کتابیں لکھیں۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے تو ”المسلمون فی الهند“ (ص ۴۰) میں ان کی کتب کی تعداد ۱۱۰ ذکر کی ہے بالآخر ۱۳۰۴ھ میں گویا صرف چالیس سال کی عمر میں اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ، آمین بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اندازہ کیجئے کہ کل ۲۳ سالہ تدریسی و تصنیفی دَور میں ایک سو سے زائد کتابوں کی تصنیف کس قدر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق وعنایت کا نتیجہ ہے جس سے وہ اپنے مقبول بندوں کو ہی نوازتے ہیں۔ ان تصانیف میں سے بہت سی کتب زیور طبع سے آراستہ ہوئیں اور علمائے امت نے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔“

(مسلک احناف اور مولانا عبد الحی لکھنوی صفحہ ۱۱، ناشر: ادارۃ العلوم الاسلامیۃ منٹگمری بازار فیصل

آباد، تاریخ طباعت: نومبر / ۲۰۰۱ء)

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں:

"ان کی کتابوں کا تعارف اور سلسلے میں ان کی خدمات ایک مستقل عنوان ہے۔ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اگر "السعایة" پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی تو بہت سی فقہی کتب سے بے نیاز کر دیتی۔ اصول نقد روایت میں "الرفع و التکمیل" کو اس موضوع پر اولیت حاصل ہے۔"

(مسلک احناف اور مولانا عبد الحی لکھنوی صفحہ ۱۲)

اثری صاحب نے لکھنوی صاحب کی کتاب "النافع الکبیر صفحہ ۴۸" سے اُن کا فرمان نقل کیا:

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا احسانات میں سے مجھ پر ایک احسان یہ ہے کہ مجھے فن حدیث اور فقہ الحدیث کی طرف متوجہ فرما دیا۔ اور میں جب تک کسی فقہی مسئلہ کے مطابق کوئی حدیث یا آیت نہیں پالیتا اس پر اعتماد نہیں کرتا... اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے کہ اس نے مجھے افراط و تفریط کے مابین راستہ پر چلایا ہے۔ میرے سامنے جب کوئی معرکۃ الآراء مسئلہ آتا ہے تو مجھے اس میں سے درمیانی راہ کا الہام کر دیا جاتا ہے۔"

(مسلک احناف اور مولانا عبد الحی لکھنوی صفحہ ۱۳)

خلیل الرحمن چشتی غیر مقد لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے مایہ ناز عالم دین مؤلف حاشیہ ہدایہ، مجموعہ فتاویٰ۔ کم عمری میں انتقال کیا۔ مجتہد منتسب کے مقام پر فائز تھے۔"

(حدیث کی ضرورت واہمیت صفحہ ۲۵۸)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"برصغیر کے جید عالم دین مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ۔"

(صالح اور مصلح صفحہ ۱۶۷)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا حوالہ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”متعدد مسائل ہیں جن پر اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے اور معتزلہ وخوارج و روافض وجہمیہ اور کرامیہ وغیرہ باطل فرقے ان سے اختلاف کرتے ہیں، لیکن ان کا قول اجماع پر اثر انداز نہیں ہوسکا اور نہ ہو سکتا ہے... متعہ کے حرام ہونے پر اجماع ہے مگر رافضیوں کا قول اس کے خلاف ہے اور محدث ابن جریج نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا اور اس کو جائز سمجھتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۱۵۱) مگر اس سے اجماع پر کیا زد پڑی، اپنی بیوی سے لواطت کرنا بالاجماع حرام ہے مگر بخاری: ۲/۲۴۹ میں (علی تفسیر) حضرت ابن عمرؓ سے کچھ اور ہی منقول ہے۔ اور حافظ ابن تیمیہؒ اس فعل کی اجازت فضلاء مدنیین کی طرف بھی نسبت کرتے ہیں (رفع الملام عن ائمۃ الاسلام صفحہ ۷۰ طبع مصر) لیکن اس سے اصل مسئلہ پر کیا زد پڑتی ہے۔ مطلقہ ثلاثہ پہلے خاوند کے لیے تب حلال ہو سکتی ہے جب دوسرا خاوند نکاح صحیح کے ساتھ اس سے مجامعت بھی کرلے اور اس پر اجماع ہے لیکن جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک حلت نکاح کے لیے دوسرے خاوند کی مجامعت شرط نہیں محض نکاح اور پھر طلاق کافی ہے۔ (نووی شرح مسلم: ۱/۴۶۳) اور یہی قول بعض خارجیوں کا نقل کیا گیا ہے۔ (کتاب الاعتبار للحازمی صفحہ ۱۸۲) مگر ان اقوال سے اجماع پر کیا زد پڑ سکتی ہے؟ امام نووی، قاضی شوکانی اور علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ داود ظاہری کی مخالفت سے اجماع پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ (شرح مسلم: ۲/... و شرح بلوغ المرام صفحہ ۶ و توجیہ النظر صفحہ ۴۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حسبِ تحقیق نواب صدیق حسن خان صاحب اجماع کے لیے تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ضروری نہیں اگر یہ شرط ہو تو اجماع کا ان کے قول کے مطابق سرے سے وجود ہی مفقود ہو گا چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وَلَایُتَوَهَّمُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُجْتَهِدِيْنَ جميع مجتهدى الامة فان هذا توهم باطل لانه يودى الى عدم ثبوت الاجماع۔ (الجنۃ صفحہ ۹) اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ مجتہدین سے تمام زمانوں میں قیامت تک امت کے سارے مجتہدین مراد ہیں کیوں کہ یہ نرا باطل وہم ہے اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ پھر سرے سے اجماع ہی ثابت نہیں (حالاں کہ وہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے)

لہٰذا جن بعض حضرات کے اقوال و فتوے اس مسئلہ میں جمہور کے اجماع کے خلاف نقل کئے جاتے ہیں ان کی کوئی وقعت نہیں ہے اور وہ سب کے سب شاذ ہیں جو قابل عمل نہیں۔"

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۴۵،۴۴)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کا حوالہ

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اجماع کے خلاف بعض لوگوں کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"یہ تمام علماء آٹھویں صدی ہجری یا اس سے پہلے گزرے ہیں اور ان سب کا متفقہ طور پر اجماع کو حجت قرار دینا اور اجماع سے استدلال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہی سبیل المؤمنین ہے اور اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے، ورنہ معتزلہ جہمیہ روافض و غیر مبتدعین کی طرح گمراہی کے عمیق غاروں میں جا گریں گے۔ ان سلف صالحین کے مقابلے میں تیرہویں صدی کے شوکانی (کی ارشاد الفحول) اور شر القرون کے دیگر اشخاص کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۱۰۸/۵، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۱۲ء)

(جاری)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ (مقالات صفدر سے مأخوذ)

لفظ "خدا" کا استعمال

اس اہم مقالہ میں چار ابحاث سے کلام مقصود ہیں۔

مبحث اول: لفظِ خدا کے جواز پر دلائل۔

مبحث دوم: کیا اسماء حسنیٰ اجتہادی ہیں یا توفیقی؟

مبحث سوم: اسلاف کے نام میں لفظِ خدا۔

مبحث چہارم: لفظِ خدا کے جواز پر امت کا اجماع۔

مبحث پنجم: لفظِ خدا کے جواز کے متعلق ایک اہم قاعدہ۔

لا مذہب غیر مقلدین اور جماعت المسلمین والے انتشار پھیلانے کی خاطر اب یہ مسئلہ چھیڑنے لگے ہیں: اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا ناجائز بدعت اور حرام ہے۔ کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں موجود نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت لفظ اللہ تعالیٰ کا استعمال ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نام ہی استعمال کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ لفظِ خدا کا استعمال کرنا خلافِ سنت اور گناہ ہے۔

مبحث اول: لفظِ خدا کے جواز پر دلائل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون کا زمانہ بہترین زمانہ قرار دیا ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ) آیئے: خیر القرون کے ایک عظیم محدث سے اس کا جواز نقل کرتے ہیں۔

دلیل اول:

چوتھی اور پانچویں صدی کے محدث شافعی مسلک کے مشہور فقیہ امام اللالکائی رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة" میں صحیح سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

دسّ الجهيميةُ الى ابن المبارکِ رجلاً فقال يا عبدَالرحمن خدارا بآنجهان چون بينند قال بچشم يعنی کيف نریٰ ربنا يومَ القيامةِ قال بالعين۔

(شرح اعتقاد اہل السنة والجماعة ج3 ص559)

یعنی ایک آدمی نے عظیم محدث وفقیہ ابن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابوعبدالرحمن خدا کو اس جہان میں کیسے دیکھیں گے (سائل نے لفظِ خدا استعمال کیا) توعبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: آنکھ سے دیکھیں گے۔

استدلال اول:

اگر لفظِ خدا کا استعمال کرنا ناجائز ہوتا یا غلط مفہوم رکھتا (جیسے کہ جماعت المسلمین والے کہتے ہیں کہ یہ مجوسیوں کے معبود کا نام ہے) تو امام اللالکائی رحمہ اللہ کم از کم اس روایت میں موجود لفظِ خدا کے خلاف کچھ لب کشائی تو ضرور کرتے، اب اس کے خلاف کچھ نہ کہنا یہ لفظِ خدا کے جواز پر صریح دلیل ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ لفظِ خدا مجوسیوں کے معبود کا نام ہے تو یہ بات ہمیں کوئی نقصان نہیں دیتا، کیونکہ مشرکینِ مکہ اپنے بتوں کو رب کہتے تھے تو کیا اب ہم اپنے رب کو رب کہنا چھوڑ دینگے ؟ ہرگز نہیں۔

استدلال ثانی:

سائل کو جواب دینے والا مشہور محدث وفقیہ عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللّٰہ ہے، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مائناز شاگرد ہے اسکی تاریخ پیدائش 118ھ اور تاریخ وفات 181ھ ہے، متقدمین میں سے ہے اور اس زمانہ کے ہے جس کے خیر ہونے کی گواہی خود آپ علیہ السلام نے دی ہے۔ اگر لفظِ خدا کا استعمال ناجائز ہوتا تو جواب دیتے وقت عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ ضرور سوال کرنے والے کو ٹوکتے کہ لفظِ اللہ تعالیٰ استعمال کر۔ لفظِ خدا کا استعمال شرعاً صحیح نہیں یہ خلافِ سنت ہے۔ مگر آپ نے اس لفظ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا جس سے پتہ چلتا ہے کہ لفظِ خدا اُس وقت بھی زیر استعمال تھا۔ اور اس وقت اس پر محدثین، وفقہائے کرام کا تنقید نہ کرنا اِس کے خلاف کسی روایت کا نقل ہونا بس یہی اس کے جواز اور اجماع کی دلیل ہے۔

دوسری دلیل:

مشہور محقق امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

علی بن المثنیٰ قال سمعت عمی یقول سمعت ابی یقول سمعت ابایزید یقول رأیتُ رب العزّۃ تبارک وتعالیٰ فی المنام فقلتُ یا بارخدا کیف الطریق الیک قال اترک نفسک وتعال۔

(صفۃ الصفوۃ ج2 ص246)

علی بن المثنیٰ اپنے چچا سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا میں حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ سے سنا، فرمارہے تھے کہ میں نے خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت کی تو عرض کیا اے عزت والے خدا (دیکھئے لفظِ خدا کہہ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں) آپ تک پہنچنے کا راستہ کیسے ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی خواہشات کو چھوڑ دو اور آجا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اللہ ہے، خواب کے اندر اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہی اللہ تعالیٰ کو "خدا" کہہ کر عرض پیش کرتے ہیں۔ اب فیصلہ آپ حضرات پر ہی چھوڑ دیتے ہیں کیا جواز کیلئے اس سے زیادہ بہتر ثبوت ہو سکتا ہے؟ پھر امام ابن الجوزی رحمہ اللہ جیسے مشہور متشدد فقیہ و محدث نے اس روایت کو لکھ کر لفظِ خدا کے خلاف کوئی ایک کلمہ بھی نہیں لکھا، کیا یہ جواز کی دلیل نہیں ہے؟ کیا کہا جاسکتا ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ کو لفظِ خدا کا معنی و مفہوم معلوم نہیں تھا؟

یاد رکھئے: غیر مقلدین اور جماعت المسلمین والے بعض اوقات یوں دھوکہ دیتے ہیں کہ: لفظِ اللہ تعالیٰ اسمِ ذات ہے اور اسمِ ذات کا ترجمہ نہیں ہوا کرتا۔ اسمِ ذات ہر زبان میں یکساں رہتا ہے جیسے عبد اللہ کو پکارتے وقت ہم اس کا ترجمہ نہیں کرتے کہ اے اللہ کے بندے آجا۔ لہذا لفظِ خدا کو لفظِ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ سمجھ کر آدا کرنا بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ اشکال ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ منکرین نے لفظِ خدا کو لفظِ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ سمجھ کر رکھا ہے جبکہ ہم اہل السنت اس کو لفظِ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ نہیں سمجھتے۔ اسمِ ذات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کئی صفاتی نام اور بھی ہیں اور ہم اس کو صفاتی نام مثلاً رب، مالک اور واجب الوجود کا ترجمہ سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ معجم البلدان ج 3 ص 173 میں بھی یہی لکھا ہے کہ "خدا بالفارسية المالك" یعنی فارسی میں خدا مالک کے معنی میں ہے۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں لفظِ خدا کو واجب الوجود کا معنی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

خدائ معناه انه واجب الوجود لذاته

(تفسیر کبیر ص 101)

یعنی فارسی میں لفظِ خدائی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔

ایک دو لکیر کے بعد امام رازی رحمہ اللہ لفظِ خدا کے متعلق فرماتے ہیں کہ

”اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے وجود میں غیر کے بغیر آئی ہے اس معنی کے اعتبار سے خدائ کا معنی ہے کہ وہ لذاتہ موجود ہوا۔لہذا صفاتی نام کا ترجمہ بالاتفاق جائز ہے۔“

مبحث دوم: کیا اسماء حسنیٰ اجتہادی ہیں یا توقیفی؟

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے،اس کی تفصیل امام رازی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "لوامع البینات" میں ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یا اجتہادی؟

توقیفی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے پر موقوف ہوں۔یعنی اللہ تعالیٰ نے بتایا تو ہم نے جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔اور اجتہادی کا مطلب یہ کہ علماء نے اجتہاد سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی اسم یا صفت وضع کرلی ہو۔امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سارے نام توقیفی ہیں اور معتزلہ ان کو اجتہادی کہتے ہیں۔(الفرق بین الفرق ص326)

امام غزالی رحمہ اللہ نے موازنہ کرتے ہوئے فیصلہ صادر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور صفات اجتہادی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء میں طبیب موجود نہیں؛اس لئے یا طبیب نہ کہے؛ البتہ اللھم انت الطبیب المداوی کہہ سکتا ہے۔هذه خلاصة ما قاله البهيقى فى الاسماء و الصفات(ج1ص217)

اور علامہ مناوی رحمہ اللہ نے "فیض القدیر" میں لکھا ہے:

تسمية الله بالطبيب اذا ذكره في حالة الاستشفاء،نحو امت المداوي،انت الطبيب سائغ،ولا يقال ياطبيب، كما يقال:ياحكيم؛لان اطلاقه عليه متوقف على توقيف.(فیض القدیر؛رقم:۱۴۴۵)

وانظر:لوامع البينات ص۱۸ و۲۹/و حاشية الصاوي على جوهرة التوحيد،ص۲۱۳)

اسماء اللہ اور صفات اللہ میں فرق

بدر اللیالی شرح بدء الامالی جلد اول کے اندر مولانا مفتی رضاء الحق صاحب لکھتے ہیں:

”اسم وہ ہے جس کے الفاظ قرآن وحدیث میں وارد ہوں۔صفت وہ ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہوں لیکن وہ الفاظ ثابت نہ ہوں۔“

(بدر اللیالی شرح بدء الامالی،ج1 ص 33، للشیخ مفتی رضاء الحق حفظہ اللہ، شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ)

مسند الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین علمائے اسلام نے اپنی کتب میں اس لفظ کو بہت استعمال کیا ہے، خود جماعت المسلمین کے بانی پروفیسر مسعود احمد بی ایس سی نے اپنے رسائل میں اللہ تعالیٰ کو پروردگار کہا ہے جو کہ فارسی کا لفظ ہے اور رب العالمین کا ترجمہ ہے۔

دیکھئے ان کی کتاب (یہ مزار یہ میلے ص9)

مبحث سوم: اسلاف کے نام میں لفظِ خدا

تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے بڑے بڑے محدثینِ اسلاف کے نام میں لفظِ خدا ملتا ہے۔

(1) تاریخ بغداد میں ایک محدث کا تذکرہ ہے جس کا نام ہے "ابو الحسین خداد وست اصفہند دیلمی"

(تاریخ بغداد ج19 ص89)

(2) اسی طرح التدوین فی اخبار قزوین میں پانچویں صدی کے ایک فقیہ کا نام "خداداد بن عاصم نسوی" لکھا ہوا ہے۔

(التدوین فی اخبار قزوین ج2 ص487)

(3) اسی طرح اسی کتاب میں ایک فقیہ کا تذکرہ موجود ہے جس کا نام ہے "خداد وست بن موسیٰ دیلمی الفضل"

(التدوین فی اخبار قزوین ج2 ص487)

جستجو کرنے سے بے شمار نام اسلاف ہی کے ایسے ملیں گے جس میں لفظِ خدا موجود ہیں۔ اگر یہ لفظ ناجائز ہوتا تو محدثین اور فقہاء کرام کبھی بھی اس لفظ کو بطور نام اپنے لئے پسند نہ کرتے اور نہ ہی اس کا استعمال کرتے۔

مبحث چہارم: لفظِ خدا کے جواز پر امت کا اجماع

شرح العقائد کی مایہ ناز شرح شرحِ نبراس میں لکھا ہے۔

> فإن قيل فكيف يصح اطلاقُ الموجود والقديم ونحو ذلک کلفظ خدا بالفارسية مما لم يرد بها الشرع،قلنا بالاجماع وهو من ادلّة الشرع۔

(بحوالہ کتاب، اللہ وحدہ لاشریک کی 148)

یعنی اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو نام وصفات شریعت یعنی قرآن وسنت میں مذکور نہیں مثلاً لفظِ موجود، قدیم اور دوسرے نام جیسے فارسی میں لفظِ خدا، جن کے بارے میں کوئی حکم منقول نہیں

اُن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے ہیں یعنی جائز ہے یا ناجائز؟ کہتے ہیں ہم جواب میں کہیں گے کہ ان کا جواز اجماع سے ثابت ہے اور اجماع دلائل شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے۔

لہٰذا اس حوالے سے ثابت ہوا کہ لفظِ خدا کا اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کرنے پر امت کا اجماع واتفاق ہیں۔

مبحث پنجم: لفظِ خدا کے جواز کے متعلق ایک اہم قاعدہ۔

جب ایک رایہ و عمل پہلے سے چلا آرہا ہوں اور کسی معتبر و مستند عالم سے اس کے متعلق اختلاف نقل نہ ہوں تو یہ بھی اجماع کی دلیل ہے۔ دیکھئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندہلوی رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

ذَکَرَ بنُ عبدِالبر أنه اجماع من اہل العلم وذلک لانه لم یوجد منهم اختلاف۔

ترجمہ: امام عبد البر رحمہ اللہ نے ایک مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس پر علمائے کرام کا اجماع ہے، کہتے ہیں کہ اس کو اجماع اس بناء پر فرمایا کہ علماء کرام سے اس بارے میں اختلاف منقول نہیں۔

(اوجزالمسالک ج9ص415)

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

واطلاق الرافعی الاجماع باعتبار أنهما لایعرف لهما فی ذلک مخالف۔

(التلخیص الجبیر ج4ص509)

یعنی امام رافعی رحمہ اللہ نے جو فرمایا کہ اس مسئلے پر اجماع ہے، تو اجماع اس بناء پر کہا کہ یہاں کوئی اختلاف کرنے والا نہیں۔

بحوالہ (از، افاداتِ مولانا مجیب الرحمٰن صاحب ڈیروی / اسلام کے نام پر ہوا پرستی للشیخ مولانا نور محمد تونسوی / بدر اللیالی شرح بدء الامالی جلد اول، للشیخ مفتی رضاء الحق صاحب، شیخ الحدیث و مفتی دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۹)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

جہاد کے مسائل

دیگر سواریوں کو گھوڑوں پر قیاس

مولانا داؤد راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسلامی نقطہ نظر سے مجاہدین کے گھوڑے بڑی فضیلت رکھتے ہیں اور ان ہی پر ان جملہ سواریوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے جو آج مشینی سواریاں بحری و بری و فضائی مقابلوں میں استعمال میں آتی ہیں۔ آج کے مشینی دَور میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ جو قومیں اپنے آلاتِ جنگ میں زیادہ تعداد ایسے ہی آلات کی مہیا کرتی ہیں، وہی قومیں آج فتح یاب ہوتی ہیں اور جن کے پاس یہ آلات نہیں ہوتے وہ بے حد کمزور تصور کی جاتی ہیں۔ آج دنیا میں امریکہ اور روس کا نام اس لئے روشن ہے کہ وہ اس قسم کے آلات مہیا کرنے میں دنیا کی سب قوموں سے آگے ہیں۔"

(شرح بخاری اردو: ۴/ ۳۰۰، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

جنگی ایجادات کو گھڑ سواری پر قیاس

بخاری میں حدیث ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر جس پر زین نہیں تھی، سوار ہو کر صحابہ سے آگے نکل گئے تھے۔ آنحضورؐ کی گردن مبارک میں تلوار لٹک رہی تھی۔"

(بخاری کتاب الجهاد ،باب رکوب الفرس العری)

بخاری کی حدیث عربی میں ہے یہ ترجمہ مولانا داود راز غیر مقلد کا ہے۔ راز صاحب مذکور اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"بار بار ایسے مواقع آئے کہ آپؐ نے بہترین شہسواری کا ثبوت پیش فرمایا۔ صد افسوس کہ آج کل عوام تو درکنار خواص یعنی علماء و مشائخ نے ایسی اہم سنتوں کو بالکل ترک کر دیا ہے۔

خاص کر علماء کرام میں بہت ہی کم ایسے ملیں گے جو ایسے فنون مسنونہ میں اُلفت رکھتے ہوں گے حالاں کہ یہ فنون قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے عوام و خواص میں بہت زیادہ ترویج کے قابل ہیں۔ آج کل نشانہ بازی جو بندوق سے سکھائی جاتی ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور فن حرب سے متعلق جو نئی ایجادات ہیں، ان سب کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔"

(شرح بخاری اردو: ۴/ ۳۱۱، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

آلاتِ حرب کو تیر اندازی پر قیاس

مولانا داود راز غیر مقلد بخاری کی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے تیز اندازی کی فضیلت ثابت ہوئی اس طور پر کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تیر اندازی پر ان کو شاباش پیش فرمائی۔ معلوم ہوا کہ فنون حرب جن میں مہارت پیدا کرنے سے اللہ پاک کی رضا مطلوب ہو بڑی فضیلت اور درجات رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے جملہ آلاتِ حرب میں مہارت کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ صد افسوس کہ مسلمانوں نے ان نیک کاموں کو قطعاً بھلا دیا جس کی سزا وہ مختلف عذابوں کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔"

(شرح بخاری اردو: ۴/ ۳۳۵، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

راز صاحب نے جس مسئلہ کو قیاسی کہا اسے "نیک کاموں" میں شامل کیا۔ پھر مزید یہ بھی کہا کہ اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اُمت مختلف عذابوں میں مبتلا ہے۔

سفر جہاد کو سفر حج پر قیاس

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عورت کا اپنے بھائی کے پیچھے ایک ہی اونٹ پر سوار ہونا۔ اس بارے میں سفر جہاد کو بھی سفر حج پر قیاس کیا گیا۔"

(شرح بخاری اردو: ۴/ ۳۸۸، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

راز صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حج کے لیے جاتے ہوئے سواری پر عورت اپنے بھائی

کے پیچھے بیٹھ کے جاتی ہے، اسی طرح کوئی عورت جہاد کے سفر کے لیے بھی اپنے بھائی کے ساتھ سواری پہ بیٹھ کے جاسکتی ہے۔ البتہ جہادی سفر کے لیے عورت کا اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح جانا قیاس سے ثابت ہے۔

حدود کے مسائل

بھاری چیز کو دھاری دار آلہ پر قیاس، قصاص کا مسئلہ

حافظ محمد گوندلوی غیر مقلد نے قیاسی اصول سمجھاتے ہوئے بطور مثال درج ذیل مسئلہ لکھا:

"قتل بالمثقل کا قیاس بالمحدد پر وجوبِ قصاص میں۔ جس میں علت قتل عمد ہے اور اس کی تاثیر قتل بالمحدد میں ظاہر ہو چکی ہے۔"

(الاصلاح صفحہ ۴۲۰)

گوندلوی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے انسان کو دھاری دار لوہے مثلاً تلوار کے ساتھ قتل کیا تو ایسے قاتل پہ حد ہے، اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس نے کسی بھاری چیز مثلاً پتھر کے ذریعہ قتل کیا تو بھی اس پر حد ہو گی۔ یعنی بھاری چیز کو دھاری دار آلہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ حدود جیسا نازک مسئلہ بھی قیاس سے ثابت مان لیا۔ حاصل یہ کہ بھاری چیز اُٹھا کر مارنے سے جو قتل واقع ہوتا ہے اس کی حد گوندلوی صاحب کی تصریح کے مطابق قیاس سے ثابت ہے۔

متفرق مسائل

بھنگ کے حرام ہونے کو شراب پر قیاس

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قیاس کہتے ہیں ایک حکم کو جو منصوص ہو اس کی علت کے ذریعہ دوسری جگہ ثابت کرنا مثلاً شراب کی حکم [حکم نہیں، نہی و ممانعت (ناقل)] کی علت نشہ ہے۔ اور یہ علت بھنگ میں بھی موجود ہے تو بھنگ بھی حرام ہوئی۔"

(فتاویٰ روپڑی: ۱/۸، ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

روپڑی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح شراب حرام ہے، اسی طرح بھنگ بھی حرام ہے۔ ان میں فرق اتنا ہے کہ شراب کا حرام ہونا منصوص (قرآن و حدیث) سے ثابت ہے جب کہ بھنگ کا حرام ہونا

قیاس سے ۔ بھنگ کا مسئلہ حرام مسائل کی قبیل سے ہے اتنا بڑا حکم یعنی بھنگ کو حرام قرار دینا قیاس سے ثابت مانا ہے۔

پاخانہ کو پیشاب پر قیاس

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد قیاس کی شرطیں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ا۔ قیاس کسی آیت و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ ۱۲۔ اس کی علت بہت واضح ہو۔ مثلاً حدیث میں کھڑے پانی میں پیشاب سے نہیں[نہی (ناقل)] آئی ہے اور علت اس کی نجاست ہے تو اس علت کی وجہ سے پاخانہ بطریق اولیٰ منع ہوا۔ پس جہاں یہ دو باتیں ہوں وہاں بے کھٹکہ قیاس صحیح ہے کسی اور جگہ ہو یا نہ ہو۔''

(فتاویٰ روپڑی: ۱/ ۸، ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

روپڑی صاحب کہہ رہے کہ جس طرح پانی کے تالاب میں پیشاب کرنا ممنوع ہے، اسی طرح پاخانہ کرنا بھی منع ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ پیشاب کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اور پاخانے کے منع ہونے کا مسئلہ قیاس سے۔

سفر حج کو سفر جہاد پر قیاس

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

''سفر جہاد پر سفر حج وغیرہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ایسے طویل سفر سے خیریت کے ساتھ واپسی پر بطور شکرانہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنا مسنون ہے ، اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے، آمین۔''

(شرح بخاری اردو: ۴/ ۴۶۱، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

راز صاحب نے نہ صرف یہ کہ یہاں قیاسی مسئلہ لکھا بلکہ ''اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے، آمین''جملہ لکھ کر اس قیاسی مسئلہ پر عمل کرنے کی دعا بھی کی اور اس پر آمین بھی کہی۔

سفر کے امیر پر پارٹی کے امیر بنانے کو قیاس / دھوکہ و فریب پر مبنی قیاس

غیر مقلدین کا اک فرقہ غرباء اہلِ حدیث نام سے ہے۔ اس فرقہ میں امام ہوتا ہے، لوگ اس کی بیعت

ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاں اپنے مزعوم امام کی امامت کی بہت اہمیت ہے ۔اُنہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرے گا، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اُن کے اس دعوے کو شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بہت بڑے دھوکہ اور فراڈ پر مبنی قیاس قرار دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”سفر میں امارت کے جواز پر قیاس کر کے کاغذی تنظیمیں بنانا اور اپنی اپنی تنظیم یا پارٹی کا امیر بن کر بیٹھ جانا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ جس نے ہمارے امام یا امیر کی بیعت نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مر جائے گا، بہت بڑا دھوکہ اور فراڈ ہے۔“

(توضیح الاحکام: ۱/ ۶۵۲)

اپنی مزعومہ امامت کو خلافت ابو بکر پر قیاس

غرباء اہلِ حدیث کے امام عبد الوہاب دہلوی نے کہا:

”میری بیعت مثل ابو بکر صدیقؓ کے ہوئی ہے جیسے ابو بکر صدیق کی بیعت پر صحابہ باتیں بناتے تھے کہ یہ اذل قبیلہ کا ہے لائقِ امام بیعت نہیں بلکہ دوسرا اس کا مستحق ہے ایسے ہی لوگ مجھ کو کہتے ہیں۔“

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غرباء کے امام نے الزام لگایا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پہ صحابہ کرام باتیں بناتے تھے۔ یہ بات بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔ اس لئے کہ تب سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کی بیعت کر لی تھی۔ بہر حال ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غرباء کے امام نے اس جگہ قیاس سے کام چلایا ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد نے اُن سے مخاطب ہو کہا:

”آپ اپنی بیعت کو مثل ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کے کس طرح قیاس کرتے ہیں۔“

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

کھنڈیلوی صاحب نے تصریح کر دی کہ غرباء اہلِ حدیث کے امام مولانا عبد الوہاب دہلوی نے اپنی مزعومہ امامت کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پہ قیاس کیا۔

خود کو سیدنا موسی اور ابراہیم علیہما السلام پر قیاس رے دلیل قیاس

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد نے اپنے استاذ مولانا عبد الوہاب (امام غرباء اہلِ حدیث) کو مخاطب کر کے کہا:

"آپ موسی وابراہیم نبی کو پیش کر کے اُن پر اپنے آپ کو قیاس کرتے ہیں۔ مگر خدا کے بندے! خلیفہ اور نبی میں فرق ہے... لہذا آپ کا خلیفہ کو نبی پر قیاس کرنا بالکل بے دلیل ہے۔"

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

سیدنا موسی علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسے اولو العزم رسولوں پر غرباء کے امام کا خود کو قیاس کرنا بڑی ہمت کی بات ہے۔ یہ حوصلہ کسی غیر مقلد کو ہی ہو سکتا تھا۔

کم سخت حوالہ کو زیادہ سخت حوالہ پر قیاس

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے بعض حوالے لوگوں کے سخت ٹھوکر کا باعث ہوئے ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم ان میں سے سب سے سخت حوالے کا ذِکر کر کے اس کا جواب دیں۔ اور باقی حوالوں کو اسی کے قیاس پر چھوڑ دیں وباللہ التوفیق۔" (تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۸۲، مکتبہ قدوسیہ لاہور، اشاعت ۲۰۰۴ء)

بیت اللہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ کا ثواب پر باقی نیکیوں کو قیاس

مولانا عبد الجبار سلفی (خادم رسالہ صحیفہ اہلِ حدیث حدیث محل اے ایم نمبر ا کراچی) "ایک لاکھ اور پچاس ہزار" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"بیت اللہ شریف میں ایک نیک کام کرنے کا اَجر ایک لاکھ درجہ بڑھا کر اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں پچاس ہزار درجہ بڑھا کر اللہ پاک عطا فرماتا ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ صفحہ ۱۳)

سلفی صاحب مذکورہ عبارت کے فوراً بعد لکھتے ہیں:

"آج کل ان دونوں مقامات پر حجاج کرام پوری دنیا سے لاکھوں کی تعداد میں شب وروز پہنچ رہے ہیں۔ حجاج کرام کی تلاوت کے لیے حرمین میں مسنون قراءت والے قرآن پاک کی بے حد ضرورت ہے۔ حجاج کرام کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں... الحمد للہ قرآن پاک مسنون

قراءت والا طبع ہو کر آگیا ہے۔ قرآن پاک اس طریقہ پر طبع کرایا گیا ہے جو طریقے اللہ کے رسول نے بتائے۔ آپ ایسے قرآن پاک حرمین شریفین بھجوایئے جو مسنون طریقہ پر طبع کرائے گئے ہیں۔ آپ اللہ کے گھر کے لیے ایک قرآن پاک وقف کریں گے تو اللہ پاک اعمال نامہ ایک لاکھ قرآن پاک درج فرمائے گا۔ قرآن پاک تو بہت لوگ لے جاتے ہیں لیکن آپ وہ قرآن پاک بھجوایئے جس کے بھجوانے سے سنتِ رسول کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو اور آپ کو اَجر بھی زیادہ ملے۔ ہم نے کلام اللہ حرمین تک بھجوانے کا معقول بندوبست کیا۔ ہدیہ کلام پاک مترجم با تفسیر عکسی طباعت سفید کاغذ، موٹے حروف، بہترین جلد صرف تیس روپے، ہدیہ کلام پاک بلا ترجمہ قسم اول بارہ روپے، قسم دوم پانچ روپے۔ اپنی یا اپنے مرحومین کی جانب سے کلام اللہ بھجوا کر ثواب سے مال مالا ہو جایئے۔ ہدیہ ارسال کرتے وقت وقف کرنے والے کا نام اور برائے بیت اللہ یا برائے مسجد نبوی ضرور لکھیے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ صفحہ ۲۳)

سلفی صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح بیت اللہ میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھوں نمازوں کے ثواب کے برابر ہے، اسی طرح بیت اللہ میں غیر مقلدین کا مزعوم مسنون قراءۃ والا قرآن بیت اللہ بھجوانے سے ایک قرآن کے پہ ایک لاکھ قرآن بھیجنے کا ثواب ملے گا۔ مطلب انہوں نے قرآن بھیجنے کو نماز پڑھنے پر قیاس کیا ہے۔
مولانا علی محمد سعیدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عشر وزکوۃ اور صدقہ وغیرہ کو محض اس لئے روک رکھنا کہ مکہ میں جا کر صَرف کروں گا، غلط ہے اسے کیا معلوم ہے کہ حج پر جاسکے گا یا نہیں۔ اس میں حق داروں کی حق تلفی بھی ہے جو جائز نہیں ہے۔ ویسے ایک لاکھ کے ثواب والی بات بھی درست نہیں ہے، حدیث میں صرِف نماز، جمعہ اور رمضان کا ذِکر ہے، صدقہ خیرات وغیرہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے جن کے ہاں قیاس حجت ہے ان کے ہاں صدقہ خیرات میں ایک لاکھ کا ثواب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح العلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۳۴۵۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۸/ ۹۶، مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

پاؤں چومنے کو حجرِ اسود کے چومنے پر قیاس

فتاویٰ علمائے حدیث میں لکھا ہے:

”اور یہ سوال کہ پاؤں چومنے کی کیفیت کیا ہے، کیا اس بارے میں کوئی حدیث ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے کسی حدیث کا علم نہیں ہے، البتہ استقراء سے اس کی معرفت آسان اور واضح ہے کہ وہ انحناء (جھکاؤ) کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ فقہاء نے حجر اسود اور رکن یمانی کے بوسے کے بارے میں ذِکر کیا ہے کہ اس پر آدمی اپنے ہونٹ رکھے اور تھوک نہ لگنے دے انحنا کیے بغیر تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پاؤں کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۰/ ۲۲۰)

پتھروں پر کاغذی تعویذ کو قیاس

پہلے والے غیر مقلدین تعویذ کو نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ اس پر کئی کتابیں بھی لکھیں۔ اُن میں مشہور کتاب نواب صدیق حسن خان کی ”کتاب التعویذات“ ہے۔ اب بھی کئی غیر مقلدین تعویذ کو جائز مانتے ہیں۔
خواجہ محمد قاسم کا دعویٰ ہے کہ تعویذ کو جائز کہنے والے اس کا جواز قیاس سے کشید کرتے ہیں۔
خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

”بعض لوگ حکماء اور اطباء کے حوالے دے کر مختلف پتھروں کے خواص بیان کرتے ہیں کہ فلاں پتھر میں یہ خاصیت ہے اور فلاں میں یہ تاثیر ہے اور پھر اس پر کاغذی تعویذ کو قیاس کر لیتے ہیں حالاں کہ آج تک کسی حکیم نے کاغذ کی تاثیر بیان نہیں کی۔ یہ استدلال تو بالکل اسی نوعیت کا ہے جیسے کہا جاتا ہے: دو پیسے گولی قبض کشا ہو سکتی ہے تو حضرت علی مشکل کشا کیوں نہیں ہو سکتے۔“

(تعویذ اور دم صفحہ ۲۴)

تعویذ کے جواز میں غیر مناسب قیاس

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شرکیہ دم میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اس پر قیاس کر

کے تعویذ کے حامیوں نے کہالہذا غیر شرکیہ تعویذ بھی جائز ہیں مگر یہ استدلال نامناسب ہے۔‘‘

(تعویذ اور دم صفحہ ۴۲)

دم پر تعویذ فروشی کو قیاس

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’ہمارے روحانی معالجین اور ان کے سرپرست دم فروشی کے لیے اولاً احادیث سے استدلال کر کے اسے سنت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، پھر اس پر تعویذ فروشی کو قیاس کر لیتے ہیں۔‘‘

(تعویذ اور دم صفحہ ۵۵)

دیگر حقوق العباد کو میت کے قرض پر قیاس

حافظ عمران ایوب لاہوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فوت ہونے والے کو قرض معاف نہیں ہوتا اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے اہلِ علم نے تمام حقوق العباد کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے۔‘‘

(فقہ الاسلام:۱/۳۱۶)

عموم کی تخصیص قیاس سے

غیر مقلدین کی کتابوں میں یہ بحث بھی پڑھنے کو ملتی ہے کہ وہ کئی مسائل کو آیت یا حدیث کے عموم سے مستثنیٰ (الگ) قرار دیتے ہیں اور مستثنیٰ قرار دینے کے لئے قیاس کو بھی کافی سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مسلّم پیشوا علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

’’فدل ذلک علی ان العموم یخص بالقیاس ، اس سے معلوم ہوا کہ عموم کی تخصیص قیاس سے بھی صحیح ہے۔‘‘

(نیل الاوطار:۴/۸بحوالہ احسن الکلام صفحہ ۲/۴۱)

العبرة لعموم الالفاظ بھی قیاس ہے

مفسرین کے ہاں ایک اصول ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے یعنی کوئی آیت کسی خاص فرد کے بارے میں

نازل ہوتی ہے مگر اس سے عموم مراد ہوتا ہے اس جیسے افراد قیامت تک جتنے بھی ہوں گے سب کے لئے وہ آیت ہوگی۔ اس اصول کو غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے ان کی تفسیری کتب: حواشی قرآن وغیرہ ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔ غیر مقلدین نہ صرف اس اصول کو مانتے ہیں بلکہ اس کی آڑ میں کافروں کی مذمت میں نازل کی گئی آیتوں کو مسلمانوں کے خلاف چسپاں کر دیتے ہیں اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

مولانا امین اللہ پشاوری غیر مقلد قرآنی آیت "اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ" کی بابت لکھتے ہیں:

"یہ آیت اگرچہ یہود و نصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ بات بالاتفاق قانون کی حیثیت رکھتی ہے کہ "العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ سبب کے خصوص (شان نزول) کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار نہ کیا جائے تو پھر قرآن مجید کی کوئی آیت ہم پر صادق نہ آئے۔"

(حقیقۃ التقلید و اقسام المقلدین صفحہ ۱۲۲، ناشر: مکتبہ محمدیہ منگل مارکیٹ گنج پشاور، سال طباعت: ۲۰۰۸ء)

مگر یہ بات بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں ہوگی کہ "اعتبار عموم لفظ کا ہے، نہ کہ خاص سبب کا" یہ ضابطہ مولانا شرف الدین دہلوی کی تصریح کے مطابق قیاسی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب بھی قیاس ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۳۳۸/۲، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مقیم کے الوداع کہنے کو مسافر کے الوداع کہنے پر قیاس

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بوقت سفر الوداع کہنا سنت ہے، خواہ مسافر مقیم کو کہے یا اس کے برعکس مقیم مسافر کو کہے۔ حدیث میں پہلی صورت کا بیان ہے۔ دوسری صورت کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں دوسری صورت عام ہے، یعنی مقیم آدمی مسافر کو الوداع کہتا ہے۔"

(ہدایۃ القاری شرح صحیح بخاری اُردو: ۵/۱۶۳، طبع: دار السلام)

حماد صاحب کہہ رہے کہ سفر پہ جانے والا شخص مقیم کو الوداع کہے یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس کے بر عکس مقیم آدمی سفر پہ جانے والے کو الوداع کہے یہ قیاس سے ثابت ہے۔ آگے مزید انکشاف کیا کہ ہمارے ہاں دوسری صورت عام ہے یعنی اُن کے ہاں اس صورت پر عمل کیا جاتا ہے جو قیاس سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ بتا دیتے تو اچھا ہوتا کہ جس صورت کو وہ حدیث کا مسئلہ بتا رہے، وہ عام معمول کیوں نہیں اور قیاسی مسئلہ پر عام معمول کیوں ہے۔ حدیث کی بہ نسبت قیاس سے دل چسپی کس لئے ہے؟

نص کے خلاف قیاس کی جسارت

مولانا عبد الباری فتح اللہ غیر مقلد نے اپنے سلفی بزرگ کو مخاطب کر کے لکھا:

"سلف کے متفق علیہ قاعدہ "نص کے خلاف کوئی بھی اجتہاد و قیاس فاسد الاعتبار ہوتا ہے" کو آپ نے پامال کر دیا مگر آپ کی سلفیت پر اس سے کوئی آنچ نہیں آئی۔"

(مقدمہ صفۃ صلوٰۃ النبی صفحہ ۲۱)

تمباکو کا مسئلہ قیاسی ہے

فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے:

"میرے نزدیک تمباکو کسی صورت میں بھی جائز نہیں کیوں کہ یہ مضر صحت ہونے کی وجہ سے داخل ویحرم علیہم الخبائث میں ہے جو اَصحاب اس کو جائز کہتے ہیں، مجھے ان سے اختلاف ہے مگر میں ان کی نسبت بُرا گمان یا بُرا قول استعمال نہیں کرتا۔ کیوں کہ مسئلہ قیاسی ہے، منصوصی نہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۷۸، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

الاعتصام میں قیاس مع الفارق کے بل بوتے فتویٰ

مولوی گلزار احمد صاحب (تلمیذ مولانا عبد اللہ دیرو والوی لائل پور) حرام چربی والی صابن کے استعمال کے جواز والے فتوی کے متعلق لکھتے ہیں:

"حرام چربی کو دوسری اشیاء کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا اور تبدیلی حالت کا حیلہ ڈھونڈنا

یہود نا مسعود کی روشن قبیح کی اتباع ہے۔ رہا غلاظت کو جلا کر راکھ بنانے سے تبدیلی حالت پر قیاس، تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ مزج اور احراق میں فرق ہے۔ احراق (جلانے) سے حقیقت بالکل بدل جاتی ہے، بخلاف مزج کے کہ اس میں انتقال حقائق نہیں ہوتا۔"

(الاعتصام لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۶)

صالحین کے وسیلہ کو اعمال کے وسیلہ پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

" اذا جاز التوسل الی اللہ بالاعمال الصالحة بنص من الکتاب والسنة فیقاس علیھا التوسل بالصالحین ایضا۔"

(ھدیة المھدی من الفقه المحمدی :۱/۴۸)

ترجمہ: جب کتاب وسنت کی وجہ سے اعمال صالحہ کا اللہ کی طرف توسل پکڑنا جائز ہے تو اسی پر صالحین کے وسیلہ کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

تین قسم کے کتوں پر چوتھی قسم کے کتے کو قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شریعت سے صرف تین ہی کتوں کا جواز ثابت ہے ایک شکاری کتا، دوسرے باغ یا کھیت کی حفاظت کا، تیسرے ریوڑ کا اور قیاس کیا ہے اس پر اور کتوں کو بھی جو کسی ضرورت سے پالے جاویں جیسے جنگل میں چور سے حفاظت کے لیے۔ اُمید ہے کہ یہ بھی جائز ہو۔"

(رفع العجاجة عن سنن ابن ماجہ :۳/۴۶، مہتاب کمپنی لاہور)

مولی وغیرہ کو پیاز و لہسن پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسی حکم میں ہے وہ ہر ترکاری جس میں بدبو ہو جیسے مولی وغیرہ گو اس کی تصریح حدیث میں نہیں... لیکن جب کچا گوشت لانے کی اور پیاز اور لہسن کی ممانعت ہوئی تو مولی کا حکم بھی اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔"

(رفع العجاجة عن سنن ابن ماجہ :۳/۳۸۴، مہتاب کمپنی لاہور)

گھر کے کتے کو شکاری، کھیت اور ریوڑ کے محافظ کتے پر قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہمارا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کتا پالنا حرام ہے اور شکار یا کھیت یا ریوڑ کی حفاظت کے لیے درست ہے اور گھر کی حفاظت کے لیے پالنے میں اختلاف صحیح تر قول یہ ہے کہ جائز ہے ان پر قیاس کر کے۔“

(شرح مسلم کتاب المساقات والمزارعت: ۱۹۸/۲)

عالَم دنیا پر عالَم برزخ کو قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جب آنحضرتؐ کو عین خطبے کی حالت میں ان دونوں صاحب زادوں کا زمین پر گرنا اور پڑنا گوارہ نہ ہوا اور آپ نے خطبہ چھوڑ کر ان کو اُٹھالیا اور آپ سے صبر نہ ہو سکا تو قیاس کرنا چاہیے کہ عالم برزخ میں آپ کا کیا حال ہوا ہو گا آپ کو کس قدر صدمہ اور کیسی بے قراری ہوئی ہو گی جب چند اشقیائے بدنہاد نے ان دونوں صاحب زادوں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کیا“

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجہ: ۲۲۷/۳، مہتاب کمپنی لاہور)

صلیب پر تعزیہ کو قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد صلیب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جہاں پاتے توڑ ڈالتے تھے۔ اللہ کے سوا جو چیز پوجی جائے اس کا یہی حکم ہے اس کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دینا چاہیے، تاکہ دنیا میں شرک نہ پھیلے۔ صلیب پر تعزیہ کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ صلیب تو ایک پیغمبر کے واقعہ کی تصویر ہے اور تعزیہ میں تو یہ بات بھی نہیں ہے وہ صرف ایک مقبرہ کی نقل ہوتی ہے لیکن عوام اس کی پرستش کرتے ہیں، اس کے سامنے جھکتے ہیں اس پر نیاز چڑھاتے ہیں، اسی طرح شدے علم وغیرہ ان سب کو توڑ کر پھینک دینا ضرور ہے۔“

(تیسیر الباری: ۶۱۲/۷ تاج کمپنی)

(جاری)

حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

حدیث "لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ" پر اعتراضات کا منصفانہ جائزہ

ایک بھائی نے واٹس اپ پر ایک رافضی کی تحریر بھیجی ہے جس میں اس حدیث پر چند اعتراضات ہیں ہم اس مضمون میں انہی اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔

پہلے حدیث کا متن ملاحظہ ہو۔

"أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْخُزَاعِيُّ، بِمَكَّةَ، ثنا أَبُو يَحْيَى بْنُ أَبِي مَسَرَّةَ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، ثنا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

اس حدیث کی تخریج امام احمد نے مسند احمد، امام ترمذی نے سنن الترمذی، امام طبرانی نے، امام رویانی نے، امام بیہقی نے، امام حاکم نے اپنی کتب میں کی ہے تفصیل کیلئے جامع الاحادیث ،۱۸، ص ۱۴۱ کا مطالعہ کریں۔

(وأخرجه يعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 1/462 و2/500، والترمذي (3686) ، وأبو بكر القطيعي في زياداته على "فضائل الصحابة" لأحمد (519) ، والطبراني في "الكبير" 17/ (822) ، والحاكم 3/85، واللالكائي في "شرح أصول الاعتقاد" (2491) ، والخطيب في "موضح أوهام الجمع والتفريق" 2/478 من طريق أبي عبد الرحمن عبد الله بن يزيد المقرئ، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن غريب. وقال الحاكم: صحيح الإسناد، ووافقه الذهبي،وأخرجه القطيعي (694) من طريق وهب الله بن راشد، عن حيوة بن شريح، به. == وأخرجه أيضاً (498) ، والطبراني 17/ (857) من طريق يحيى بن كثير الناجي، عن ابن لهيعة، عن مشرح بن هاعان، به. وفي رواية الطبراني: أبو عشانة بدلاً من مشرح.)

امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا اور امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی۔

(مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص ۹۲، رقم ۴۴۹۵)

امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔

خلاصہ: یہ حدیث علما کے درمیان مختلف فیہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حدیث "حسن" درجہ کی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اس حدیث کا بنیادی راوی "مشرح بن ھاعان" ہے۔

پہلا بنیادی اعتراض اور اس کا جواب

معترض نے اسی پر بعض ائمہ جرح و تعدیل کی جروحات نقل کی ہیں لیکن جہاں اس راوی پر جرح ہے وہاں توثیق بھی منقول ہے۔ ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ارجو انه لاباس به ۔(الجرح والتعدیل، ج۸، ص ۴۳۲)(تہذیب التہذیب، ج۱۰، ص ۱۵۵)

ابن حبان سے بھی ان کی توثیق کا قول منقول ہے۔

(خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ص۳۹۶)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

صدوق، لينه ابن حبان. وقال عثمان بن سعيد، عن ابن معين: ثقة.

(میزان الاعتدال، ج۴، ص۱۱۷)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "مقبول" کہا ہے۔

(تقریب التہذیب، ص ۵۳۲)

(مقبول ای عند المتابعت ۔ساجد)

پھر اس حدیث کے دو شاہد اور ہیں جس کو امام ہیثمی نے نقل کیا لہذا اگر راوی پر جرح ہو تب بھی ان شواہد کی وجہ سے یہ حدیث کم از کم درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

قال الـهيثمی :عن عصمة قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لو كان بعدي نبي لكان عمر رواه الطبراني وفيه الفضل بن المختار وهو ضعيف ۔ وعن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لو كان الله باعثا رسولا بعدي

لبعث عمر بن الخطاب رواه الطبراني في الأوسط وفيه عبد المنعم بن بشير وهو ضعيف

(مجمع الزوائد،۹،ص۶۸)

اس پر یہ جاہلانہ اعتراض نہ کیا جائے جیسا کہ معترض نے کیا کہ اس میں بھی تو دو راوی ضعیف ہیں۔اس لئے کہ ضعیف ہیں تبھی تو ہم اسے حسن کہہ رہے ہیں۔

دوسرا اعتراض

اس کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

جواب

امام ابن جوزی کا کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا دلیل اس کے موضوع ہونے کی نہیں وہ اس معاملے میں متشدد تھے اللہ ان کے درجات بلند فرمائے انہوں نے تو کئی صحیح احادیث کو بھی موضوع کہہ دیا۔پھر ان کا موقف بیان کرنے میں بھی دجل و تلبیس سے کام لیا گیا ہے جن روایات پر انہوں نے جرح کی وہ دیگر راویان سے منقول ہیں اس روایت کے متعلق تو وہ خود امام ترمذی کی تحسین کو نقل کرتے ہیں:

وفي المختصر " لو لم أبعث لبعثت يا عمر " منكر والمعروف " لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب " حسنه الترمذي.

(تذکرۃ الموضوعات ص ۹۴)

تیسرا اعتراض

نبی کیلئے معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے، شرک نہ کرتا ہو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو پہلے مشرک تھے، پھر کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ عمر فاروق سے بڑے صحابی نہ تھے؟ تو ان کے بارے میں ایسا کیوں نہ کہا گیا؟ اس حدیث سے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پر بھی فضیلت ثابت ہوتی ہے معاذ اللہ۔

جواب

یہ ساری عقلی ڈھکوسلے شیطانی دماغ کے ہیں اور ہمارے علما آپ کی پیدائش سے پہلے اس کے جواب دے چکے ہیں۔اول بات تو میں نے کافی عرصہ پہلے آپ کی کتاب "الکافی" میں پڑھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کفر کا ارتکاب کیا ہے تو آپ کے مذہب میں تو نبی کفر بھی کر سکتا ہے۔(اس وقت کافی پیش نظر نہیں اس لئے حوالہ

دینے سے قاصر ہوں البتہ حوالے کا ذمہ دار ہوں)۔ پھر اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے گناہ یا شرک سرزد ہو گیا تو ان کی نبوت پر بقول آپ کے کیا فرق پڑا؟ آپ کا مذہب ہے کہ تقیہ میں کفر بھی بولا جا سکتا ہے تو اگر کوئی نبی تقیۃ کفر کہے اس کی نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ پر ایسے اعتراضات کیوں؟ ثانیاً نبوت سے پہلے نبی کا ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہونا اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ضروری نہیں تفصیل کیلئے "شرح العقائد و شرح المقاصد" کا مطالعہ کریں۔ پھر آپ کے یہ اعتراضات تب صحیح ہوتے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ حقیقۃ نبی ہوتے یہاں مقصود حقیقۃ ان کی نبوت کا قول نہیں بلکہ بطور مبالغہ ان کے خصائل و مناقب کو بیان کرنا ہے کہ ان میں بعض صفات انبیاء والی پائی جاتی ہیں جیسے ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے گھر کی تعمیر کیلئے چڑیا کا گھونسلہ بھی دے سکتے ہو تو دو تو کیا یہ حقیقت پر مبنی ہے؟

علامہ کلاباذی حنفی رحمہ اللہ نے ان ڈھکوسلوں کے خوب جواب دیئے ہیں ان کی تفصیلی کلام کا خلاصہ ہم پیش کرتے ہیں اہل علم اصل عبارت خود ملاحظہ فرمالیں کہ اول تو یہ کلام بطور فرض ہے۔ ثانیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ میں بعض صفات و خصال انبیا کی صفات کی طرح ہیں اور ان کی حالت انبیا کی حالت کے قریب تر ہے۔ ثانیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے دراصل اس مسئلہ کی وضاحت دینی مقصود ہو کہ نبوت یہ کسی علت یا آدمی میں کسی وصف کی وجہ سے نہیں ملتی یعنی کسبی چیز نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے اس کیلئے منتخب کر دے۔ (لہذا یہ اعتراض بھی لایعنی کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ معصوم عن الخطا تو نہیں یا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں یہ کیوں نہیں کہا؟) آخر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے کئی اوصاف کو بیان کرتے ہیں ان کی حق گوئی دین کیلئے قربانی، دین کی تبلیغ کی تڑپ اسلام کی سربلندی، جھوٹ نہ بولنا، ہجرت وغیرہ اور پھر خود ہی اعتراض قائم کرتے ہیں کہ یہ جتنے اوصاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ میں ہیں اس سے بڑھ کر حضرت ابو بکر صدیق و علی رضی اللہ تعالی عنہما میں تھے تو آخر ان کیلئے یہ بشارت کیوں نہیں؟ تو دراصل یہ مسئلہ سمجھانا تھا کہ نبوت اسباب و اعمال پر نہیں بلکہ یہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پر اس حدیث کی روشنی میں فضیلت کا قول تب درست ہوتا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نبی ہوتے تو پھر تو یقیناً سب سے افضل ہوتے جو نبی نہیں، لیکن چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نبی نہیں تو ممکن ہے کہ کوئی دوسرا ان سے افضل ہو جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ۔

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الزَّاهِدُ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَخْبَرَ النَّبِيُّ عَمَّا لَمْ يَكُنْ، أَنْ لَوْ كَانَ كَيْفَ كَانَ، كَمَا أَخْبَرَ اللَّهُ تَعَالَى عَمَّا لَا يَكُونُ أَنْ لَوْ كَانَ كَيْفَ كَانَ، بِقَوْلِهِ: وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ [الأنعام: 28] ، بِقَوْلِهِمْ: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ[المؤمنون: 107] ، فَفِيهِ إِبَانَةُ كَذِبِهِمْ وَعُتُوِّهِمْ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْ كُفْرَهُمْ وَتَرْكَهُمُ الْإِيمَانَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ كَانَ عِنَادًا، وَجُحُودًا عَلَى بَصِيرَةٍ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ، وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهَوَى لَا لِشُبْهَةٍ عَرَضَتْ. فَكَذَلِكَ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيهِ إِبَانَةٌ عَلَى الْفَضْلِ الَّذِي جَعَلَ اللَّهُ فِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْأَوْصَافِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْأَنْبِيَاءِ، وَالنُّعُوتِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْمُرْسَلِينَ. فَأَخْبَرَ أَنَّ فِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْصَافًا مِنْ أَوْصَافِ الْأَنْبِيَاءِ، وَخِصَالًا مِنَ الْخِصَالِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْمُرْسَلِينَ، مُقَرَّبٌ حَالُهُ مِنْ حَالِ الْأَنْبِيَاءِ - صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ - كَمَا وَصَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْبًا أَتَوْهُ فَقَالَ: «حُكَمَاءُ عُلَمَاءُ كَادُوا أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْفِقْهِ أَنْبِيَاءَ» . وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فِيهِ مَعْنًى آخَرُ، وَهُوَ إِخْبَارٌ أَنَّ النُّبُوَّةَ لَيْسَتْ بِاسْتِحْقَاقٍ وَلَا بِعِلَّةٍ تَكُونُ فِي الْعَبْدِ يَسْتَحِقُّ بِهَا النُّبُوَّةَ وَيَسْتَوْجِبُ الرِّسَالَةَ، بَلْ هُوَ اخْتِيَارٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَاصْطِفَاءٌ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ [آل عمران: 179] ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ [الحج: 75] ، وَقَالَ تَعَالَى: لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ [الزخرف: 32] . فَكَأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَارَ إِلَى أَوْصَافِ الرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - وَأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ مِنْهَا كَثِيرًا، لَوْ كَانَتِ الْأَوْصَافُ مُوجِبَةً لِلرُّسُلِ لَكَانَ عُمَرُ بَعْدِي رَسُولًا. وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ خَاصَّةَ الْأَوْصَافِ الَّتِي كَانَتْ فِي عُمَرَ الَّتِي تَفَرَّدَ بِهَا عَنْ غَيْرِهِ، قُوَّتُهُ فِي دِينِهِ وَبَدَنِهِ، وَسِتْرُهُ، وَقِيَامُهُ بِإِظْهَارِ دِينِ اللَّهِ وَإِعْرَاضِهِ عَنِ الدُّنْيَا، وَأَنَّهُ كَانَ سَبَبًا لِظُهُورِ الْحَقِّ وَإِعْزَازِ الدِّينِ، وَفُرْقَانِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَبِذَلِكَ سُمِّيَ الْفَارُوقَ

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَانَ إِسْلَامُ عُمَرَ فَتْحًا، وَكَانَتْ إِمَارَتُهُ رَحْمَةً، وَكَانَتْ هِجْرَتُهُ نُصْرَةً، وَاللَّهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ بِالْبَيْتِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ قَاتَلَهُمْ حَتَّى صَلَّيْنَا حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الرَّشَادِيُّ، قَالَ: ح عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ: ح أَبِي قَالَ: ح وَكِيعٌ، عَنْ مَسْعُودٍ الْمَسْعُودِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَذَكَرَهُ. فَالْخَوَاصُ الَّتِي تَظْهَرُ لِلْخَلْقِ مِنْ أَوْصَافِ الْأَنْبِيَاءِ، الصِّدْقُ لِلَّهِ، وَالثِّقَةُ بِاللَّهِ، وَالْإِعْرَاضُ عَمَّا دُونَ اللَّهِ، وَذَلِكَ فِي صِدْقِ الْقَوْلِ، وَشَجَاعَةِ الْقَلْبِ، وَسَخَاوَةِ النَّفْسِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ لَوْ كَانَتْ لِي بِعَدَدِ شَجَرِ تِهَامَةَ كَذَا نَعَمًا لَقَسَمْتُهَا بَيْنَكُمْ، لَا تَجِدُونِي جَبَانًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا بَخِيلًا» ، هَذَا مَعْنَى الْحَدِيثِ، فَدَلَّ هَذَا عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْخِصَالَ مِنْ أَخَصِّ الْأَوْصَافِ الَّتِي تَظْهَرُ لِلنَّاسِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَمَا بَيْنَهُمْ

وَبَيْنَ اللَّهِ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ إِلَّا هُوَ وَحْدَهُ عَزَّ وَجَلَّ. ثُمَّ وُجِدَتْ أَكْثَرُ هَذِهِ الْأَوْصَافِ فِي أَبِي بَكْرٍ، وَفِي عَلِيٍّ أَكْثَرَ مِمَّا وُجِدَتْ فِي عُمَرَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ - قَالَ أَبُو بَكْرٍ: «وَاللَّهِ لَوْ خَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَنِي السِّبَاعُ فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ - يَعْنِي الْمَدِينَةَ - لَأُنْفِذَنَّ جَيْشَ أُسَامَةَ» وَبِهِ بَانَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِتَالِهِ أَهْلَ الرِّدَّةِ، وَبَذْلِ جَمِيعِ مَالِهِ، حَتَّى قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَاذَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ؟ قَالَ: اللَّهَ وَرَسُولَهُ. وَالصِّدْقُ مِنْ أَخَصِّ أَوْصَافِهِ وَسَائِرِ خِصَالِهِ الَّتِي لَا خَفَاءَ بِهِ، ثُمَّ لَمْ يُخْبِرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَوْ كَانَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ لَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَوْ عَلِيٌّ، وَلَكِنْ قَالَ ذَلِكَ لِعُمَرَ، لِيَعْلَمَ أَنَّ النُّبُوَّةَ بِالْمَشِيئَةِ وَالِاصْطِفَاءِ لَا بِالْأَسْبَابِ. وَقَوْلُهُ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ لَا يُوجِبُ أَنْ يَكُونَ عُمَرُ أَفْضَلَ مِنْ غَيْرِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا، وَلَوْ كَانَ نَبِيًّا كَانَ أَفْضَلَ مِمَّنْ لَيْسَ بِنَبِيٍّ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا جَازَ أَنْ يَكُونَ غَيْرُهُ أَفْضَلَ مِنْهُ وَهُوَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

(بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، ص ۲۸۴)

آخری بات

معترض نے بھی اپنے مضمون کے آخر میں اس حدیث کو "ضعیف" کہا ہے تو معترض کے نزدیک بھی چونکہ یہ حدیث از قبیل ضعیف ہے اور ہمارے نزدیک بالاتفاق ضعیف فضائل میں مقبول ہے تفصیل میری کتاب "الاربعین فی مناقب امیر المومنین" میں ملاحظہ ہو لہذا معترض کی یہ تمام جرح ہمارے خلاف نہیں۔ ثانیاً آج نیٹ پر معترض کے کئی نامی گرامی ذاکرین کے بیانات موجود ہیں جو فضائل علی کی آڑ میں خرافات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں کبھی اس پر بھی لب کشائی کی جرأت ہوئی؟ ثالثاً ایک ٹی وی پروگرام میں معترض کے علامہ ضمیر نقوی المعروف لڈن جعفری نے دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت میں ہے اور میں اس پر پچاس ہزار کتب کے حوالے دے سکتا ہوں ہمارا اس فرقہ کو تا قیامت چیلنج ہے کہ پچاس ہزار نہیں صرف پچاس اہل سنت کی کتب سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کر دے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل میں ہے۔فھل من مبارز۔ رابعاً موصوف نے یہ مضمون لکھ کر کوئی تیر نہیں مارا بلکہ عرب علماء کی تحقیقات کو چوری کرکے اسے اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے مطالبہ پر ہم اس کا ثبوت بھی پیش کر دیں گے کہ یہ سرقہ کہاں سے کیا گیا ہے؟

ہم نے بھی جوابی مضمون کی تیاری میں مسند امام احمد بن حنبل پر دکتور شعیب الارنوط کے حاشیہ سے کافی استفادہ کیا۔ اللہ اس کا ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

از افادات مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم صاحب محمودی مدظلہ العالی

مشہور زمانہ ملحد و منکر حدیث مفتی منیر شاکر کے 50 سے زائد کفریہ و گمراہانہ عقائد و نظریات

مرتب: علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قارئین کرام! ہمارے خیبر پختونخوا میں ایک شخص مسمیٰ (مفتی) منیر شاکر کے نام سے ایک انتہائی چرب زبان خطیب آج کل اپنی چرب زبانی سے نہ صرف ضروریات دین کا انکار کر رہا ہے بلکہ کھلم کھلا شعار اسلام کا استہزا کر رہا ہے۔ انبیاء اولیاء اللہ علمائے امت و اسلاف کا ذکر انتہائی دل آزار انداز میں کرتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ دین بیزار نام کے مسلمانوں اور دین دشمن ملحدین کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے۔ نام نہاد سوشل میڈیا ایکٹیویسٹ محض اپنی ریٹنگ اور چند روپوں کے حصول کیلئے اپنی دینی غیرت و حمیت کا جنازہ نکالتے ہوئے فخر سے اس کے انٹرویو کر کے نشر کرتے ہیں اور اس کی گمراہی کی ترویج میں حصہ دار بن رہے ہیں۔

موصوف عرصہ دراز سے مسلمانوں کے اندر موجود چودہ صودیوں کے اتفاقی نظریات و اعمال پر تنقید کرتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف شکوک وشبہات پیدا کر رہا ہے، بلکہ علماء خصوصا اسلاف کو "قرآن" کی آڑ میں کڑی تنقید کا نشانہ بنا کر مسلمانوں کو علماء و اسلاف سے بدظن کرنے میں مصروف عمل ہے۔

ساتھ ہی اپنے ویڈیو بیانات و دروس میں قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ، انبیاء کرام علیہم السلام، مقدس شخصیات و اسلاف امت کے متعلق انتہائی توہین آمیز و گستاخانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ جو مقامی مسلمانوں میں سخت افتراق و انتشار کا باعث بن رہا ہے۔ پختون پٹی کے کئی سادہ لوح مسلمان اس کے دام تزویر میں بری طرح پھنس چکے ہیں اور اب وہ بھی کھلم کھلا اسلامی معتقدات و شعار کا نہ صرف انکار کر رہے ہیں بلکہ استہزاء کر رہے ہیں ۔افسوس علما کو جس انداز میں اس شخص کا رد کرنا چاہئے تھا دور دور تک اس کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔

اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے برادر مکرم، مناظر اسلام، فاتح فرقہ باطلہ، ثانی اوکاڑوی حضرت مولانا مفتی ندیم صاحب مدظلہ العالی کو جو اس پشتون پٹی میں دین اسلام کی دیواروں پر کمند ڈالنے والے ہر چور کے سامنے نہ صرف

سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہوئے بلکہ انتہائی جرات مندی کے ساتھ دلائل کی روشنی میں اس کے معتقدات کی بیخ کنی کر کے سینکڑوں عوام مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کا فرض ادا کیا انہوں نے اس موقع پر بھی دین حق کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے گلی گلی کوچہ کوچہ بلکہ اس شخص کے اپنے علاقے میں جا کر اس کے گمراہ کن عقائد سے عوام کو آگاہ کیا۔

مفتی منیر شاکر کی دل آزار باتیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں جسے ان کے آفیشل یوٹیوب و فیس بک پیج

MuftiMunirShakirOfficial

پر تفصیل کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے البتہ ہم یہاں موصوف کے چیدہ چیدہ چند خطرناک نظریات حضرت مولانا مفتی ندیم صاحب محمودی کے بیانات سے اخذ کر کے آپ کے سامنے نقل کر دیتے ہیں:

(۱) موصوف احادیث کی صحت کا کھلم کھلا منکر ہے اور احادیث کی کتب کو عجمی و ایرانی سازش کہتا ہے۔ معاذ اللہ۔

(۲) موصوف اپنے بیانات میں کہتے ہیں کہ احادیث کی کتب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دو سو سال بعد ایرانیوں نے تیار کی۔

(۳) ان تیار شدہ احادیث کے مجموعوں میں ایرانیوں نے اپنی من مانی باتیں داخل کی ہیں۔

(۴) امام بخاری رحمہ اللہ و دیگر جید محدثین کے بارے میں انتہائی سخت نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اور ان کی عدالت و ثقاہت کو مجروح یا کم از کم مشکوک بنانے کی صراحۃ، کنایۃ و اشارۃ کوشش کرتا ہے۔

(۵) موصوف اپنے بیانات میں کہتے ہیں کہ قرآن خود رسول اللہ ﷺ نے امت کو دیا جبکہ احادیث رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دو سو سال بعد امتیوں نے لکھ کر دیں اسی لئے احادیث میں اتنی گڑبڑ اور باہم تضاد ہے۔

(۶) اطاعت رسول ﷺ کو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ:

”وہ محض ایک انسان تھے اللہ نے چونکہ ان کی اطاعت کا حکم دیا تو ہم مانتے ہیں اگر وہ بھی معاذ اللہ قرآن کے خلاف کوئی بات کہہ دیں تو ہمیں تسلیم نہیں“۔

(۷) اپنے بیان میں کہتا ہے کہ ”رسول“ ”رسالہ“ سے ہے بمعنی پیغام رساں ڈاکیہ۔ لہذا رسول ﷺ اللہ کا پیغام (جس سے مراد اس کی صرف قرآن ہے) لیکر آئے تو وہ رسول ہے اگر اپنی طرف سے کوئی بات کرے تو وہ معاذ اللہ رسول نہیں۔

(۸)اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر۔۔میں رسول و اولی الامر کی اطاعت اس وقت واجب ہے جب وہ اللہ کی بات کرے اگر اپنی طرف سے کوئی بات کرے تو معاذ اللہ رسول واجب الاطاعت نہیں۔

(۹)اسی ضمن میں موصوف فرماتے ہیں کہ:

''اب لوگ کہتے ہیں کہ رسول کی احادیث حجت ہیں کیونکہ اس پر کتابیں لکھی گئی ہیں تو اگر رسول اللہ کی احادیث حجت ہیں جس میں رسول کی باتیں ہیں پھر تو معاذ اللہ بادشاہوں کی باتیں بھی حجت ہوں گی اور ان کی باتوں پر بھی کتب لکھی جانی چاہئے''۔(گویا موصوف کے نزدیک رسول کی حیثیت ایک بادشاہ جیسی ہے معاذ اللہ)

(۱۰)معراج رسول ﷺ کا مطلقاً انکاری ہے اور مختلف عقلی شبہات وڈھکوسلے پیش کر کے واقعہ معراج کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۱)رسول اللہ ﷺ کیلئے ہر قسم کی شفاعت کا منکر ہے۔

(۱۲)کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ کلمہ نہیں کیونکہ کلمہ صرف لا الہ الا اللہ ہے۔

(۱۳)کلمہ کے دوسرے جز محمد رسول اللہ کے بارے میں کہتا ہے کہ جس طرح شیعوں نے کلمہ میں اضافہ کیا اسی طرح مولویوں نے بھی کلمہ کے اندر محمد رسول اللہ کا اضافہ کر دیا۔

(۱۴)حضرت سلیمان علیہ السلام جو پرندوں یا حیوانات کی بات سمجھتے تھے ان کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے تو سوال یہ ہے کہ آیا سلیمان علیہ السلام جو ان پرندوں وحیوانات سے باتیں کرتے اور ان کی بولی سمجھتے آیا وہ ان سے انہی کی آواز میں محو گفتگو ہوتے؟اگر ایسا ہے پھر تو یہ سلیمان علیہ السلام کی کھلی گستاخی ہے کیونکہ بعض حیوانات و پرند(مثلاً کتا و کوا)کی آواز تو بڑی مکروہ وناپسندیدہ ہے۔اور اگر حیوانات وپرندے آپ سے انسانوں کی آواز میں بات کرتے تو یہ تو ان حیوانات وپرندوں کا کمال ہوا اس میں آپ علیہ السلام کمال کہاں سے ہوا؟معاذ اللہ۔

(۱۵)موصوف ایک بیان میں انتہائی دل آزار انداز میں کہتا ہے:

''محمد ﷺ میرے کوئی چچازاد بھائی نہیں کہ میں ان کو مانوں اگر اللہ محمد ﷺ کو ماننے کا نہ کہتا تو میں کبھی نہ مانتا''۔

(۱۶)مفتی مذکور اپنے ایک بیان میں کہتا ہے جسے نقل کرتے ہوئے بھی ہاتھوں پر رعشہ طاری ہے کہ:

روایات میں تو یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے ایک نماز قضاء کی اور پھر ادا بھی کر دے تب بھی ''دو کروڑ اٹھاسی لاکھ'' سال جہنم میں جلے گا، تو نبی اکرم ﷺ نے ایک دن میں ''تین نمازیں'' قضاء کی ہیں ان کو جہنم میں (معاذ اللہ) کتنے عرصہ کی سزا ملے گی۔ (نقل کفر کفر نہ باشد معاذ اللہ)

(۱۷) نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے اہل بیت میں سے معاذ اللہ نہ ہونے کے متعلق کہتا ہے:

حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف حضرت حسین ابو طالب کی اولاد میں سے ہیں۔

(۱۸) نماز تراویح کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ تراویح کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ کر اگر پڑھی جائیں تو یہ شرک ہے معاذ اللہ۔

(۱۹) رسول اللہ ﷺ یا اولیاء اللہ سے محبت کرنا ان کی محبت کا درس دینا شرک ہے اور مولویوں نے پوری زندگی منبروں سے اسی شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

(۲۰) قرآن کی تفسیر نہ احادیث سے جائز ہے نہ اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے اور نہ مفسرین سے۔ (معاذ اللہ)

(۲۱) مولویوں نے قرآن کو روایات کا غلام بنا دیا معاذ اللہ۔

(۲۲) قرآن کو ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ، عکرمہ، آلوسی، رازی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مفسرین کا غلام بنا دیا گیا۔

(۲۳) حوض کوثر کا منکر ہے جس کا ثبوت مشہور احادیث سے ہے۔

(۲۴) معتزلہ کی طرح پل صراط کا انکار کرتا ہے۔

(۲۵) تنعیم و تعذیب قبر یعنی حیات فی القبر کا مطلقا منکر ہے۔

(۲۶) معجزات و کرامات کا سرے سے انکار کرتا ہے۔

(۲۷) بلکہ جابجا معجزات و کرامات کا موقع بموقع استہزاء کرتا ہے۔

(۲۸) ذکرِ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ کے فضائل کا منکر ہے اور اسے ایک لایعنی کام کہتا ہے۔ معاذ اللہ

(۲۹) تصوف کا مطلقا منکر ہے بلکہ تصوف کو شرک سمجھتا ہے۔

(۳۰) مذاہب اربعہ (احناف، شوافع، حنابلہ، مالکیہ) کو دین اسلام کے متبادل مولویوں کا بنایا ہوا دین کہتا ہے معاذ اللہ۔

(۳۱) مدارس کو فرقہ واریت اور انسان واکابر پرستی کا مرکز و گڑھ کہتا ہے۔

(۳۲) اللہ کے علاوہ کسی کیلئے بھی "زندہ باد" کا نعرہ لگانے کو شرک کہتا ہے۔

(۳۳) گذشتہ سال ایک ہندو عورت کی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی پر رد عمل دیتے ہوئے کہتا ہے کہ معاذ اللہ اس ہندو عورت سے زیادہ پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخیاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر محدثین نے کی ہے لہذا ان کے خلاف احتجاج کرو۔ معاذ اللہ

(۳۴) سحر وجادو کے اثرات سے مطلقا انکار کرتا ہے۔

(۳۵) کہتا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ پر نہ جادو ہوا اور نہ جادو اثر کر سکتا ہے"۔ اور اس باب میں وارد تمام روایات و اقوال سلف کا انکار کرتا ہے۔

(۳۶) قرآن مجید میں "ھدھد" سے مراد پرندہ نہیں بلکہ "انسان" ہے اور اسی طرح "نملہ" سے مراد "عورت" ہے۔

(۳۷) مفتی مذکور عبادات خصوصا نماز میں صرف "فرائض" کا قائل ہے جبکہ سنتوں کو وہ "نفل" کا درجہ دیتا ہے اور کھلم کھلا لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کر لیا تو ثواب ہے نہ کیا تو کوئی گناہ و حرج نہیں۔

(۳۸) مومن کا ہتھیار "دعا" وعبادات خصوصا نماز کے متعلق استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے:

"کافر ہم مسلمانوں کی کھلم کھلا بے عزتی کر رہے ہیں اور ہم دعاوں اور نمازوں میں مشغول ہیں دعاؤں اور نمازوں کا کوئی فائدہ نہیں"۔ معاذ اللہ

(۳۹) قرآن کا ترجمہ نہیں آتا تو محض تلاوت کا کوئی ثواب نہیں۔

(۴۰) اگر نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں اور تسبیحات کا ترجمہ نہیں آتا تو ایسی نماز کا کوئی فائدہ نہیں اور اس پر کوئی ثواب نہیں۔

(۴۱) موصوف اپنے ایک بیان میں کہتا ہے کہ:

''قرآن تو انقلاب کی کتاب ہے نہ کہ حفظ و تلاوت کرنے کی کتاب''۔

(۴۲) موصوف کو مولویوں سے سخت بغض و عناد ہے کوئی بیان ایسا نہیں جس میں علماء کا استہزاء ان پر تنقید نہ ہو بات کوئی بھی ہو گھما پھرا کر اس کی تان آخر اس پر آکر ٹوٹتی ہے کہ:

''دنیا میں اس وقت جو بھی فساد برپا ہے اس کی وجہ ''مولوی'' ہے اور اس تمام افتراق و انتشار، فتنہ و فساد کا ذمہ دار ''مولوی'' ہے''۔

(۴۳) موصوف کہتا ہے:

''امارت اسلامی افغانستان کا مقصد تو قرآن کا نفاذ تھا مگر اب وہاں طالبان ابو حنیفہ کا دین نافذ کر رہے ہیں''

(۴۴) اجماع کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔

(۴۵) آیۃ الکرسی یا وہ سورتیں جن کے خاص فضائل احادیث یا بزرگان کے تجربات میں وارد ہیں یا آیات حفظ ان کے بارے میں کہتا ہے کہ:

''تم نے اللہ تعالیٰ کو آیۃ الکرسی اور سورتوں کا نوکر بنا دیا ہے''۔(یعنی تم یہ آیتیں و سورتیں پڑھو گے تو کیا اللہ معاذ اللہ تمہارا نوکر ہے جو تمہاری حفاظت کرے گا)

(۴۶) ۹ سال کی عمر میں اماں عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا انکار کرتا ہے اور اس حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین پر سخت جرح کرتے ہوئے ان کی توہین و تذلیل کرتا ہے۔

(۴۷) معراج کی رات پانچ نمازوں کا ملنا اور فرض ہونے کا نہ صرف منکر ہے بلکہ انتہائی نازیبا استہزائیہ انداز میں ان کا انکار کرتا ہے۔

(۴۸) کہتا ہے کہ نمازیں تو پچھلی امتوں پر بھی فرض تھیں اور معراج کی رات سے پہلے فرض تھیں لہذا وہ تمام روایات جس میں معراج کی رات نماز کا تحفہ ملنے کا ذکر ہے بے بنیاد غلط اور جھوٹی ہیں۔ معاذ اللہ۔

(۴۹) موصوف کا نظریہ ہے کہ:

''قربانی صرف حاجی کے ساتھ خاص ہے غیر حاجی کیلئے قربانی نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت بلکہ یہ صرف گوشت کا حصول ہے''۔

(۵۰)تراویح کے وجود خصوصا سنیت کا علی الاطلاق منکر ہے۔ جس کی وجہ سے پچھلے کچھ سالوں سے عبادات میں سست مسلمانوں نے اس عبادت کو کلیۃ ترک کر دیا اور دیگر کو بھی یہی تعلیم دے رہے ہیں۔

(۵۱)موصوف قرآن کریم کی من مانی تفسیر کرنے کیلئے راہ ہموار کرتے ہوئے کہتا ہے:

”قرآن کریم کامل کتاب ہے لہذا اس کی تفسیر کیلئے نہ احادیث کی حاجت ہے نہ روایات صحابہ کرام اور نہ اقوال مفسرین۔جو قرآن کی تفسیر احادیث و روایات یا اقوال سلف سے کرتا ہے وہ گویا قرآن کو ناقص سمجھتا ہے“۔(معاذ اللہ)

(۵۲) موصوف کہتے ہیں کہ: مدارس میں اساتذہ نے مجھے وہ دین سکھایا جو قرآن کے خلاف ہے۔(یاد رہے کہ موصوف کے اساتذہ میں محدث کبیر شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،ولی کامل حضرت پیر مختار الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی اور شیخ طیب صاحب جیسے لوگ بھی ہیں)

(۵۳)موصوف کا نظریہ ہے کہ:”رمضان کے مہینے کی کوئی خاص فضیلت نہیں“۔

(۵۴)صلوۃ التسبیح کو جعلی و من گھرٹ نماز کہتا ہے اور کہتا ہے شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

غرض یہ چند عقائد و نظریات ہیں جو اس شخص کے بندے نے نقل کئے ہیں ورنہ اس کے دروس میں اس سے کہیں زیادہ خرافات کو سنا جا سکتا ہے۔یاد رہے کہ ان تمام باتوں خصوصا مقدس شخصیات و شعار اسلام کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی عامیانہ و توہین آمیز انداز اپناتا ہے۔اس تفصیل کے بعد ہر مسلمان اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھے کہ کیا:

(۱) ایسے عقائد کا حامل شخص خواہ کوئی بھی ہے کیا ایسے شخص کو مسلمان کہا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا مندرجہ بالا نظریات مسلمانوں یا اسلام کے نظریات ہیں؟

(۳) کیا ایسے نظریات کے حامل شخص کے دروس سننا جائز ہے؟

(۴) ایسے نظریات کے حامل شخص کو ایک دینی رہنما بنا کر اس کے انٹریوز کرنا اور پھر اسے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور چینلز سے نشر کرنا یا شیئر کرنا جائز ہے؟

(۵) ایسے نظریات کے حامل شخص کے ساتھ کسی بھی قسم کے معاشرتی تعلقات رکھنا جائز ہے؟

(۶) ایسے شخص کے مدرسے میں اپنے بچوں کو داخل کروانا یا اس کے مدرسے کے ساتھ مالی یا دیگر تعاون کرنا جائز ہے؟

(۷) ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: کتابچہ میں موجود منیر شاکر کے تمام عقائد و نظریات کے ذمہ داری ہم لیتے ہیں جو اس کے آفیشل پیج پر جا کر خود بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ساجد خان نقشبندی

۹ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

۱۵ جولائی ۲۰۲۴

بدھ بعد نماز عشاء

مماتی مولوی منیر شاکر کے باطل افکار و نظریات پر ایک نظر حصہ اول

(مؤلف طاہر گل دیوبندی)

https://drive.google.com/file/d/144Unbgi-xGvaMQBT_mcmfBJPEDn5NKpQ/view?usp=drivesdk

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ (مقالات صفدر جلد اول سے ماخوذ)

اہل باطل کی کتب دیکھنے کی نقصانات حکیم الامت کی نظر میں

بہت سے ساتھی بغیر تحقیق کئے اہل باطل کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں، حالانکہ یہ مناسب نہیں۔ بسا اوقات کسی بھی کتاب کا مطالعہ غیر محسوس طریقے سے انسان کو اپنی جانب مائل کرتا ہے اور بسا اوقات انسان اس سے متاثر ہو جاتا ہے جس کا اثر آدمی کے اعمال وافکار پر ظاہر ہوتا ہے۔

بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے، مگر بعض مصنفین کا طرزِ بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اُس کو غلط اور اِس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔ اور نہ سہی کم از کم اپنے عقائد کے متعلق شک میں تو ضرور پڑتا ہے۔

فرقِ باطلہ کی کتب کا مطالعہ ان کے باطل نظریات سے آگاہی اور ان کی تردید کے لیے فقط ان لوگوں کو کرنے کی اجازت ہے جو اپنے ایمان و نظریات کے اعتبار سے پختہ اور علم میں رسوخ و مہارت رکھتے ہوں، ہر فرد کے لیے فرقِ باطلہ کی کتب کا کسی بھی حوالے سے مطالعہ یا استفادہ خطرہ کا باعث بن سکتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اہل باطل کی کتب دیکھنے کی بہت سے نقصانات لکھے ہیں، لیکن ایک اہم شرعی دلیل سے ایک عجیب استدلال کیا ہے پہلے وہ شرعی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

شرعی دلیل:

فرماتے ہیں کہ:

> یہ ہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے راسخ العلم والعمل شخص کو توراۃ کے مطالعہ سے منع فرمادیا، باوجودیکہ فی نفسہٖ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی، اور پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا، بلکہ خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہے تھے اور اس میں محرف حصہ کا متعین ہو جانا ظاہر تھا، اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال نہ تھا، اس کے باوجود پھر بھی اس مصلحت سے کہ آئندہ کو یہ عمل مفاسد کا دروازہ کھل

جانے کا سبب نہ بن جائے کس سختی سے منع فرمایا، اور کیسی ناخوشی ظاہر فرمائی جیسا کہ دارمی کی حدیث میں مذکور ہے"

(اصلاح انقلاب ص۲۸)

رہبر کے مشورہ کے بغیر ہر نئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہیں دیکھنا چاہئے:

"میں خیر خواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نئی کتابیں نہ دیکھا کیجیے، خواہ مخواہ کوئی شبہ دل میں بیٹھ جائے گا جس کا حل آپ سے نہ ہو سکے گا تو کیا نتیجہ ہو گا، لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پکے خیال کے آدمی ہیں ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے، مگر اس قصہ میں ان کو غور کرنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت اچھی معلوم ہوئی اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے، بتایئے اس میں کیا خرابی تھی۔۔۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا، حضرت عمر کو جب حضرت ابو بکر نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں حضور کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمر کانپ گئے اور بہت توبہ و استغفار کی اور معافی مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک سہل، پکی اور صاف ملت لایا ہوں، اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو سوائے اس کے کہ میری اتباع کرتے کچھ نہ ہوتا، جب حضرت عمر کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں۔

(حسن العزیز ص۲۲۹ ج۴)

اہل باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے:

"اہلِ باطل کی تصانیف جو بظاہر مفید ہوں (ان میں بھی) باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہلِ حق اس کا پردہ فاش کر دیتے ہیں، اسی لیے باطل کی مفید تصانیف کا دیکھنا بھی مضر ہے"

(حسن العزیز ص۱۸۸ ج۲)

فرمایا:

"عجیب تجربہ کی بات ہے کہ بد دین آدمی اگر کسی اور کی بات نقل بھی کرے، مثلاً: بد دین شخص نحو کی کوئی کتاب لکھے گو اس میں کوئی مسئلہ بد دینی کا نہیں ہے، مگر اس کے دیکھنے سے بھی بد دینی کا

اثر دل میں ہو گا"

(حسن العزیز ص ۳۲۵ ج ۲)

دوسرے مذاہب یا تقابلی مطالعہ کرنے کی شرط:

فرمایا:

"عام لوگ (سب طرح کی) کتابیں دیکھنے لگتے ہیں، کتابیں دیکھنے کے لیے جامع شخص ہونا چاہیے (بہت سے لوگ) نازک کتابیں دیکھنے لگتے ہیں، اپنا ایمان خراب کر لیتے ہیں"

(حسن العزیز ص ۳۷۶ ج ۴)

علماء پر طرح طرح کی الزامات لگایا جاتا ہے کہ یہ تعصب کی وجہ سے لوگوں کو فلاں کی کتب دیکھنے سے منع کرتے ہیں حالانکہ علماء کرام کا اس میں ذاتی کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ عوام کی خیر خواہی مقصود ہیں، جیسے طبیب مریض کو کڑوی دوائی دیتے ہیں تو اس میں طبیب کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ فائدہ مریض ہی کو پہنچے گا۔

عوام کو علماء کے مشورہ کے بغیر کتابیں نہیں دیکھنا چاہیے:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک جگہ حلفیہ یعنی قسم لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"واللہ! اہلِ باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہو جاتا ہے تو عوام کی ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہو گی، لہٰذا عوام کو کوئی کتاب علماء کے مشورہ کے بغیر ہر گز نہ دیکھنا چاہیے، اور اگر کوئی کہے کہ میں رد کے لیے دیکھتا ہوں، یہ بھی مناسب نہیں؛ کیوں کہ یہ کام علماء کا ہے، تمہارا کام نہیں، اور اس میں آپ کی توہین نہیں"

(التبلیغ وعظ الفاظ القرآن ص ۵۹)

محترم ابو سعد لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

تعارف وتبصرہ

"بهجة الاسرار اور مویدین"

مولانا دوست محمد قندھاری کی تازہ تالیف "بهجة الاسرار اور مویدین" کے مطالعے سے فارغ ہوا تو خیال آیا کہ اتنی عمدہ اور معلومات افزاء کتاب کا تعارف نہ کرایا تو یہ مؤلف موصوف کے ساتھ بڑی ناانصافی ہو گی۔ اسی غرض سے قلم اٹھایا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قندھاری صاحب کی کتاب کو اللہ شرف قبولیت عطا فرمائے اور مخالفین کے لیے بھی ہدایت کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ العالی نے "نواب احمد رضا خان حیات خدمات اور کارنامے" کے صفحہ 297 تا 308 کلُ 13 صفحات میں "بهجة الاسرار" پر مختصر کلام فرمایا تھا، ان 13 صفحات کے جواب کے لیے رضاخانیوں کی طرف سے "فی صفحہ یک نفر" کے حساب سے قریباً 13 نام نہاد محققین کی ٹیم بٹھائی گئی اور چار سال تک مسلسل جدوجہد انتھک محنت اور ایک دوسرے کی معاونت سے 214 صفحات پر مشتمل ایک گالی نامہ تیار کرایا گیا جسے ابو حامد رضوی نامی کسی مجہول چنڈو خان کے نام پر کتابی شکل میں شائع کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ رضاخانی فرقے میں ساجد خان کے مقابلے کا آدمی پیدا ہو گیا ہے، مگر وائے رے ناکامی رضاخانیوں کی یہ خوش گپی بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی، محسن گرامی حضرت مولانا دوست محمد قندھاری مدظلہ نے صرف دس دنوں کے اندر اس گالی نامے کا مدلل محقق منہ توڑ جواب 208 صفحات میں لکھ کر رضاخانی ٹبر کی نیندیں اڑا دی۔ اتنے کم وقت میں لکھی گئی یہ کتاب مولانا قندھاری کی کرامتِ غیر اختیاری ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر صفحے پر تحقیقی جوابات کے ذریعے فریق مخالف کی مضبوط گرفت، الزامی حوالہ جات اور نادر ونایاب اصولوں کی بھرمار، جگہ جگہ فریق مخالف کے دیے گئے حوالوں کی جانچ پڑتال، پھر اس کے دجل وفریب کو آشکار کرنا غرض مؤلف نے تحقیق کے جو دریا بہائے ہیں اس کے لیے مہینوں نہیں؛ تو کم از کم ہفتوں کا وقت ضرور درکار تھا، مگر اتنے کم وقت میں کتاب کا مرتب ہونا یقیناً کرامت ہی ہو سکتی ہے۔

کتاب کا موضوع علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی واہی تباہی من گھڑت روایات سے پُر کتاب "بهجة

الاسرار" کی استنادی حیثیت ہے، کل تین ابواب پر مشتمل یہ کتاب اپنے موضوع پر دلائل وبراہین کا بیش بہا خزانہ ہے۔باب اول میں علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ پر فتوؤں اور الزامات کی تحقیقی والزامی انداز میں قلعی کھولی گئی ہے۔ دوسرے باب میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب بعض کرامات کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور تیسرے باب میں بھجۃ الاسرار کی توثیق پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں بھی رضاخانی کتب سے نادر ونایاب اصول اور قیمتی حوالہ جات کی بھرمار مؤلف کے وسعتِ مطالعہ کا پتہ دیتے ہیں۔ اسلوبِ تحریر نہایت سنجیدہ مہذب اور شریفانہ ہے، کہیں کہیں طنزیہ جملے نہایت خوبصورت اور مزاحیہ عبارت آرائی اسلوب تحریر میں مزید چار چاند لگاتے ہیں۔

رضاخانیوں نے اپنی کتاب کے تقریباً ہر صفحے پر علامہ ساجد صاحب کو درجن بھر کے قریب گالیاں دی ہیں مگر مولانا دوست محمد قندھاری نے رد عمل میں سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا کہیں رد عمل کے طور پر کوئی سخت بات لکھ بھی دی ہے تو اتنے میٹھے انداز میں لکھا کہ پڑھ کر رضاخانی حضرات کا منہ بھی میٹھا ہو جائے گا، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "اصولا تو ہم ان گالیوں کے بھرپور جواب کا حق رکھتے ہیں اور رد عمل میں اس سے بھی سخت گالی کے جواب کا حق رکھتے ہیں مگر پھر ایک بازاری اور شریف آدمی میں فرق ہی کہاں رہ جائے گا البتہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چونکہ اس بدبخت نے کئی مقامات پر اخلاق سے انتہائی گری ہوئی نازیبا گفتگو اشاروں کنایوں میں کی ہے لہذا خان صاحب کو کوئی معافی نہیں ملے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری رضاخانیوں پر عائد ہوگی اگر ہمارے اکابر کی پگڑیاں محفوظ نہیں تو خان صاحب کی وہ شلوار جو تین سال کی عمر میں عموماً بریلی کی رنڈیوں کے سامنے غائب رہتی اسے بیچ بازار لہرایا جائے گا۔
>
> (صفحہ:۱۴)

کہیں کہیں بڑے خوبصورت انداز سے طنز کیا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

"گویا 86 صفحات اس مہنگائی کے دور میں ایسے عنوان پر سیاہ کیے گئے جس کا علامہ صاحب کے

اصل عنوان و مضمون سے کوئی تعلق ہی نہ تھا"

(صفحہ:۹)

اس مہنگائی کے دور والے جملے پر یقیناً آپ بھی مسکرا رہے ہونگے ایسی سینکڑوں عبارات ہیں اصل مزہ تو کتاب کے مطالعہ سے ہی آسکتا ہے۔

دوسری جانب درجن بھر چنڈوخانوں نے مل بیٹھ کر 214 صفحات کا جو گالی نامہ تیار کیا اس کا حال ہی عجیب ہے، اس گالی نامے کی جو عبارات مولانا قندھاری نے نقل کی ہے ان عبارات سے ہی ایسی بدبو پھوٹتی ہے کہ ناک پر کپڑا لگا کر گزرنا پڑتا ہے پھر چنڈوخانوں کی جہالتوں کے بھی کیا کہنے خود ہی نقطۂ اختلاف، محل نزاع تو متعین کر لیا مگر پوری کتاب میں موضوع سے ہٹ کر گفتگو کرتے رہے، مولانا قندھاری بار بار مختلف انداز میں ان چنڈوخانوں کو موضوع کی طرف گھسیٹتے ہیں جس سے کتاب کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا قندھاری کی کتاب منظر عام پر آتے ہی کہیں ماتم بپا ہے تو کہیں شام غریباں سی خموشی، اس وقت رضاخانی ایوانوں میں جو ماتم بپا ہے اور فلک شگاف چیخ و پکار سنائی دے رہی ہے وہ لائق سماعت و قابل دید ہے۔

بندہ راقم ذاتی طور پر اس کتاب سے بہت متاثر ہوا ہے کیونکہ میرا ماضی بھی چونکہ بریلویانہ فکر و خیال اور جہالت کے اندھیروں میں گزرا ہے اس لیے بھجۃ الاسرار کو ایک عرصے تک میں خود بھی بڑی معتبر و مستند کتاب سمجھتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہ تشویش رہتی کہ یار فلاں بات تو بھجۃ میں بھی لکھی ہوئی ہے پھر کیونکر غلط ہو سکتی ہے؟ مگر پھر کچھ نا کچھ تاویل کر کے خود کو تسلی دے لیتا مگر اب الحمدللہ پورے طور پر مطمئن ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ العالی کے لیے بھی دل سے دعا کرتا ہوں، کیونکہ رضاخانی حضرات سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق اپنے گھڑے ہوئے نت نئے گمراہ کن عقائد و نظریات کی تبلیغ کے لیے بھجۃ الاسرار کا ہی سہارا لیتے ہیں لہذا ضروری تھا کہ جس کتاب کے سہارے امت مسلمہ میں شرکی و بدعی عقیدے کی تبلیغ ہو رہی ہے اس کتاب کی اصل حقیقت آشکار ہو اللہ پاک سلامت رکھے علامہ نقشبندی مدظلہ کو کہ انہوں نے اس کتاب کی استنادی حیثیت پر مختصر کلام کر کے نئے لکھنے والوں کے لیے مطالعے اور تحقیق کے درجنوں باب کھول دیئے جس کے نتیجے میں آج مولانا قندھاری کی یہ تحقیقی کتاب "بھجۃ الاسرار اور مویدین" ہمارے سامنے ہے۔

کچھ مؤلف کے بارے میں

مولانا دوست محمد قندھاری مد ظلہ کی شخصیت علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں آپ افغانستان کے باشندے ہیں کتنے ہی تحقیقی مواد کتب و مضامین کی صورت میں آپ کے نوک قلم سے نکل کر صفحہ قرطاش پر جلوہ گر ہوئے اور علمی حلقوں سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں ہر بار رضاخانی ٹبر کی طرف سے آپ کی تحقیقات کو علامہ ساجد خان کی طرف منسوب کر کے آپ کی شخصیت کو مشکوک بنانے کی سعی نا محمود کی جاتی ہے زیر تبصرہ حالیہ کتاب بھی منظر عام پر آئی تو کچھ لنڈے کے محققین نے شور مچایا کہ یہ قندھاری در حقیقت ساجد خان ہے۔ چنانچہ ایک رضاخانی ہمارے خلاف اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی کے مطابق حافظ عبید اللہ نامی ناصبی یزیدی کا حوالہ لے آیا اور چور مچائے شور کے مصداق گلا پھاڑ پھاڑ کر کہنے لگا کہ دیوبندیوں کے گھر سے ثبوت مل گیا کہ قندھاری ساجد خان ہے، اس سے بڑی حماقت تو علامہ کاپی پیسٹ جناب تیمور نے دکھائی کہ حافظ عبید اللہ کو ناصبی ماننے سے ہی انکار کر دیا طرفہ یہ کہ چیلنج بھی کرنے لگا کہ تم زہر کا پیالہ پی لوگے مگر عبید اللہ کو قیامت تک ناصبی ثابت نہیں کر سکتے اس پر تفصیلی جوابی تبصرہ تو ہم بعد کے لیے اٹھار کھتے ہیں سر دست اتنا عرض ہے کہ دیکھو یار تیمور بھائی میں اس زبان میں بات کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن تم نے چونکہ زہر کا پیالہ پینے کی بات کر دی تو اسے جواب آں غزل سمجھیں کہ بات اگر ثبوت کی ہے تو واللہ آپ نے پھر بھی نہیں ماننا کیونکہ اس سے پہلے یار لوگ آپ کو آپ ہی کے خان صاحب کے فتوے سے یہودی دیوث پتہ نہیں کیا کیا ثابت کر چکے ہیں میں تو وہ الفاظ بھی یہاں دہرانا نہیں چاہتا سیف حق میں آپ نے پڑھ لئے ہوں گے جس کے بعد آپ مفتی مجاہد صاحب اور پتہ نہیں کن کن کے خلاف ایف آئی آر کروانے کے چکر میں تھے تو کیا آپ نے وہ مان لیا جواب کچھ اور ماننے کا وعدہ کر رہے ہیں؟ یہاں میثم سمیت دیگر چنڈو خانوں سے بھی سوال ہے کہ جب مولانا قندھاری صاحب میثم رضاخانی کے مطالبے پر سوط الحق شمارہ نمبر 3 میں کلما طلاق کی قسم بھی اٹھا چکے ہیں تو پھر رضاخانی ٹبر کیوں ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کر رہا ہے؟ مطالبے کے مطابق جواب مل جانے کے باوجود بھی وہی گھسی پٹی رام کہانی ہماری سمجھ سے باہر ہے!!! اس ٹبر چنڈو خانہ سے ہم کہتے ہیں کہ جناب! قندھاری ساجد ہو یا ساجد قندھاری اس سے تمہیں کیا؟ کوئی رشتہ دینا ہے جو اتنی تحقیق میں لگے ہوئے ہو؟ اوقات ہے تو مرد میدان بنو کتاب کا جواب لکھو بات ختم ہمارا آپ کا جھگڑا عقائد و نظریات کا ہے اس پر بات کرو نہ یہ کہ ساجد قندھاری ہے کہ قندھاری ساجد ہے۔

آخر میں اس رضاخانی ٹبر سے ایک مطالبہ بھی کرتے چلوں اگر غیرت ہو تو میرے اس مطالبے کو پورا کریں، کہ قندھاری تو تمہارے مطالبے کے مطابق کلما طلاق کی قسم اٹھا چکا اب میثم اینڈ کمپنی زراہمت کرے اور کلما طلاق کی قسم اٹھائے کہ قندھاری ساجد خان ہی ہے!!؟

21 جولائی 2024ء

14 محرم الحرام 1446ھ

مولانا محمد محسن طارق الماتریدی صاحب حفظہ اللہ مدرس جامعہ ارشاد العلوم یوسفیہ پاکستان کراچی (قسط:۱)

تفرد کی شرعی حیثیت

تفرد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

تفرد لغوی اعتبار سے فرد بالأمر والرأي سے مأخوذ ہے جس کا معنی ہے کسی معاملہ میں منفرد ہونا اور الگ رائے رکھنا۔

تفرد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ

- کسی متبحر عالم کا کسی مجتہد فیہا مسئلہ میں اپنے مذہب کے متفقہ رائے کے مقابلہ میں اپنے ہی مذہب کے غیر متفقہ رائے کو اختیار کرنا
- یا اپنا مذہب چھوڑ کر کسی مسئلہ میں غیر کا مذہب اختیار کرنا

القاموس الفقهي لغة واصطلاحا میں ہے:

فرد فلان ___ فردا، وفرودا: إنفرد ، وتوحد .

___ بالأمر ، والرأي : إنفرد . أفرد الشيء : جعله فردا .

تفرد / الفرض

___ الحج عن العمرة : فعل كل واحد علي حدة .

تفرد بالشيء . انفرد به .

فرد الرجل (بالتفعيل من العبد) : تفقه .

___ إعتزل الناس ، وخلا للعبادة .

___ برأيه : استبد.

(حرف الفاء ص 281/282 ط دار الفکر دمشق)

لسان العرب میں ہے:

وفرد بالأمر يفرد (ن من العبد) وتفرد وانفرد واستفرد; قال ابن سيده: وأرى اللحياني حكى فرد وفرد واستفرد فلانا: انفرد به. أبو زيد: فردت بهذا الأمر أفرد به فرودا إذا انفردت به. ويقال: استفردت الشيء إذا أخذته فردا لا ثاني له ولا مثل

(ف، ر، د، ج 3 ص 331 ط دار صادر بیروت)

مصباح اللغات میں ہے:

فرد (ن) وفرد (س) وفرد (ک) فرودا ۔

وإنفرد- اکیلا ہونا__ بالأمر: تنہا کام کرنا۔ فرد عن الشيء: علیحدہ ہونا۔

فرد۔(بالتفعیل از بندہ) لوگوں سے جدا ہونا۔ فقیہ ہونا۔

فرد برأیه (بالتفعیل از بندہ) رائے میں اکیلا ہونا

أفرد ۔ الشيء: جدا کرنا__ الیه رسولا: قاصد بھیجنا__ بالأمر: تنہا کام کرنا۔

أفردت الانثي (بالتاء التأنیث از بندہ) ایک بچہ جننا۔ صفت (مفرد)

تفرد وإنفرد وإستفرد ۔ بالأمر: بغیر نظیر کے تنہا ہونا۔ تنہا کام کرنا۔ وإستفردہ: اکیلا پانا۔ ساتھیوں میں سے نکال لینا۔ إنفرد به: یکتا کو لینا جس کا کوئی ثانی اور مثیل نہ ہو

(ف۔ فرد۔ ص 597 / 598 ط مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

دوسری بات:

تفرد اختیار کرنے والے صاحب علم کی امانت و دیانت اور اس کا تبحر علم و فہم اور تقوی امت کے علماء کے ہاں مسلم ہو اس طور پر کہ وہ شریعت کی تمام نصوص شرعیہ احادیث شریفہ کے مطالب سے واقف ہو اور دلائل سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو ایسے شخص کا اپنے مذہب سے کسی مسئلہ میں اس طور پر عدول کرنا کہ وہ اپنی قوتِ اجتہاد کے ذریعے نصوص و دلائل پر غور کرنے کے بعد کسی مجتہد فیہا مسئلہ میں

- اپنے مذہب کے متفقہ رائے کے مقابلہ میں اپنے ہی مذہب کے غیر متفقہ رائے کو اختیار کرتا ہے
- یا اپنا مذہب چھوڑ کر کسی مسئلہ میں غیر کا مذہب اختیار کرتا ہے

تو ایسی صورت میں اس کے لئے اپنی ذات کی حد تک محض دلائل کی روشنی میں اپنے مذہب کے متفقہ رائے کے مقابلہ میں اپنے ہی مذہب کے غیر متفقہ رائے کو اختیار کرنے یا اپنا مذہب چھوڑ کر کسی مسئلہ میں غیر کا مذہب اختیار کرنے کی گنجائش ہے لیکن ایسی شخصیت کے ایسے قول (ذاتی رائے) کو بلحاظ ادب تفرد سے تعبیر کیا جائے گا اور ان کے لئے اس پر عمل کرنے کی گنجائش بھی ہو گی لیکن دوسرے کے لئے نہیں البتہ اگر کسی میں مذکورہ شرائط مفقود ہوں تو اس کے لئے محض اپنی رائے پر عمل کرنا ناجائز ہو گا کیوں کہ وہ تدین نہیں ہو گا بلکہ تشہی اور من مانی ہو گی

تاہم جمہور کے قول کے ہوتے ہوئے دوسروں کے لئے کسی بھی صاحب علم کے تفرد پر عمل کرنا قطعا ناجائز اور حرام ہے کیوں کہ اس تفرد کے مقابلہ میں جمہور کے قول کو ترک کرنے سے خرق اجماع لازم آئے گا اور اجماع کی مخالفت حرام ہے یا اس کے مقابلہ میں اصل مذہب (یا مذہب میں مفتی بہ قول) ہو گا اور اس کو ترک کرنے سے مرجوح قول کا اختیار لازم آئے گا یا مذہب سے خروج لازم آئے گا حالاں کہ مرجوح قول پر عمل اور مذہب سے خروج ممنوع ہے خلاصہ یہ ہے کہ کسی صاحب علم کے احترام اور ان کی اہلیت کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو اپنے تفرد میں معذور بلکہ ماجور تو تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے تفرد کو قبول کرتے ہوئے اصل مذہب کو ترک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ اگر کسی بھی حکم میں جمہور کے خلاف قول اختیار کیا جائے گا تو وہ بلا شبہ تفرد ہی کہلائے گا چاہے اس کے قائل ایک سے زیادہ افراد ہی کیوں نہ ہوں۔

فتاوی شامی ردالمحتار کے مقدمہ میں ہے:

"ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوع صار منسوخا اهـ فليحفظ ، وقيده البيري بالعامي أي الذي لا رأي له يعرف به معنى النصوص حيث قال : هل يجوز للإنسان العمل بالضعيف من الرواية في حق نفسه ، نعم إذا كان له رأي ، أما إذا كان عاميا فلم أره ، لكن مقتضى تقييده بذي الرأي أنه لا يجوز للعامي ذلك . قال في خزانة الروايات : العالم الذي يعرف معنى النصوص والأخبار وهو من أهل الدراية يجوز له أن يعمل عليها وإن كان مخالفا لمذهبه .

(مقدمۃ الشامی ج1 ص74 ط سعید)

یہ آخری بات شرح عقود رسم المفتی میں بھی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے فرمائی ہے۔

وفي " شرح الاشباه " للبيري : هل يجوز للإنسان العمل بالضعيف من الرواية في حق نفسه ؟ نعم ! اذا كان له رأي ، أما إذا كان عاميا فلم أره ، لكن مقتضى تقييده بذي الرأي لايجوز للعامي ذالك : قال في خزانة الروايات : العالم الذي يعرف معنى النصوص والأخبار وهو من أهل الدراية يجوز له أن يعمل عليها وإن كان مخالفا لمذهبه .

(ص88 ط مکتبۃ البشری)

فتاویٰ شامی ردالمحتار میں ہے:

وقد قال العلامة قاسم : لا عبرة بأبحاث شيخنا يعني ابن الهمام :

(كتاب الطهارة ج1 ص27 ط سعيد)

شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

[عدم جواز العمل والإفتاء بالمرجوح]

أي أن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه فلايجوز له العمل أوالإفتاء بالمرجوح إلا في بعض المواضع ، كما سياتي في النظم . وقد نقلوا الإجماع على ذالك . ففي الفتاوى الكبرى المحقق ابن حجر المكي : " قال في " زوائد الروضة " : إنه لايجوز للمفتي والعامل أن يفتي أو يعمل بما شاء من القولين أو الوجهين من غير نظر . وهذا لا خلاف فيه " . وسبقه الى حكاية الإجماع فيهما ابن الصلاح ، والباجي من المالكية في المفتي . وكلام القرافي دال على أن المجتهد والمقلد لايحل لهما الحكم والإفتاء بغير الراجح ، لأنه إتباع للهوى ، وهو حرام إجماعا ، وأن محله في المجتهد ما لم تتعارض الأدلة عنده ، ويعجز عن الترجيح ، وأن لمقلده حينئذ الحكم بأحد القولين إجماعا .

وقال الإمام المحقق العلامة قاسم بن قطلوبغا في أول كتابه " تصحيح القدوري " : إني رأيت من عمل في مذهب ائمتنا رضي الله عنهم بالتشهي ، حتى سمت من لفظ بعض القضاة : " هل ثم حجر؟ " فقلت : نعم ! اتباع الهوى حرام ، والمرجوح في مقابلة الراجح بمنزله العدم ، والترجيح بغير مرجح في المتقابلات ممنوع .

وقال في " كتاب الأصول " لليعمري : من لم يطلع على المشهور من الروايتين أو القولين ، فليس له التشهي والحكم ما شاء منهما من غير نظر في الترجيح .

وقال الإمام أبو عمرو في آداب المفتي : اعلم أن من يكتفي بأن يكون فتواه أو عمله موافقا لقول ، أو وجه في المسئلة ، ويعمل بما شاء من الأقوال والوجوه من غير نظر في الترجيح ، فقد جهل وخرق الإجماع ،

وحكى الباجي أنه وقعت واقعة ، فأفتوا فيها بما يضره ، فلما سألهم ، قالوا : ماعلمنا أنها لك ، وأفتوا بالروية الأخرى التي توافق قصده ، قال الباجي : لا خلاف بين المسلمين ممن يعتقد به في الإجماع أنه لايجوز :

(ص8/9ط مکتبۃ البشری)

البحر الرائق کے حاشیہ منحة الخالق میں ہے:

إن مثل المحقق له أن يقول ذلك ، لأنه أهل للنظر في الدليل ، وأما مثلنا فلا يجوز له العدول عن قول الإمام أصلا :

(منحة الخالق على هامش البحر ج 6 ص 293 ط دار الكتاب الإسلامي)

حجة الله البالغة میں ہے:

"وإن لم يتكامل له الأدوات كما يتكامل للمجتهد المطلق ، فيجوز لمثله أن يلفق من المذهبين إذا عرف دليلهما :

(ج1ص268ط دار الجیل)

اسی طرح العرف الشذي شرح سنن الترمذي میں ہے:

"وتفرد بالوجوب منا الشيخ ابن الهمام وجد على تفرده ، وكذلك تفرد في بعض المسائل ، وقال تلميذه العلامة قاسم بن قطلوبغا : لا تقبل تفردات شيخنا :

(العرف الشذي شرح سنن الترمذي (الكشميري) ج 1 ص 69 دار التراث العربي بيروت لبنان)

فتاوی محمودیہ میں ہے:

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالی پر ایک زمانہ میں اجتہاد کا اثر رہا، یہ مسئلہ بھی اسی دور میں انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے جس کا نام ہے "تحفة النبلاء " یا پھر ان کے تفردات میں سے ہے جس کی وجہ سے اصل مذہب کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے فقط واللہ اعلم:

(فتاوی محمودیہ ج9ص402ط ادارۃ الفاروق)

تیسری بات

تفرد صاحب علم کی مجبوری اور معذوری ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو اپنے تفرد پر عمل کی گنجائش دی جاتی ہے لہٰذا اس کو ملامت نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر وہ اپنی اجتہاد میں صحیح ہے تو اس کے لئے دو اجر اور اگر خطا پر ہے تو اس کے لئے اجر کا اعلان لسان نبوت سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن عمرو بن العاص ، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران ، وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر!

أخرجه البخاري في صحيحه (باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ برقم 6958) ومسلم في صحيحه (بَابُ بَيَانِ أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ ، أَوْ أَخْطَأَ برقم 3342) وأبو داؤد في سننه (باب في القاضي يخطيء برقم 3156) وابن ماجه في سننه (بَابُ الْحَاكِمِ يَجْتَهِدُ فَيُصِيبُ الْحَقَّ برقم 2325) وأحمد في المسند (حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 17515 و بَقِيَّةُ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 17557 و بَقِيَّةُ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 17562 و بَقِيَّةُ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 17566) وابن حبان في صحيحه (كِتَابُ الْقَضَاءِ برقم 5152) والنسائي في الكبرى (ثَوَابُ الْإِصَابَةِ فِي الْحُكْمِ بَعْدَ الِاجْتِهَادِ لِمَنْ لَهُ أَنْ يَجْتَهِدَ برقم 4798) وعبد بن حميد في مسنده (حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 294) والحافظ ابن حجر في المطالب العالية (بَابُ أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْحَقِّ برقم 2177) وأبو عوانة في مستخرجه (بَابُ مَا لِلْحَاكِمِ مِنَ الْأَجْرِ إِذَا اجْتَهَدَ فِي إِصَابَةِ الْحُكْمِ ، برقم 5165 و بَابُ مَا لِلْحَاكِمِ مِنَ الْأَجْرِ إِذَا اجْتَهَدَ فِي إِصَابَةِ الْحُكْمِ ، برقم 5166) والطحاوي في مشكل الآثار (بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي نَهْيِهِ برقم 38 و بَابُ بَيَانِ مُشْكِلُ مَا رُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ قَوْلِهِ : برقم 637) وابن الأعرابي في معجمه (حَدِيثُ التِّرْقُفِيِّ برقم 2192) والطبراني في الأوسط (مَنِ اسْمُهُ بَكْرٌ برقم 3318) والدارقطني في سننه (كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ برقم 3920 و كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ برقم 3921) وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة (عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سَهْمِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هُصَيْصِ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ ، يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أُمُّهُ النَّابِغَةُ مِنْ بَنِي عَنَزَةَ بْنِ أُسَيْدِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ برقم 4458 و عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ سَعِيدِ

بْنِ سَهْمِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هُصَيْصِ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ ، يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أُمُّهُ النَّابِغَةُ مِنْ بَنِي عَنَزَةَ بْنِ أُسَيْدِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ برقم 4459) وأبو نعيم الأصبهاني في تثبيت الإمامة وترتيب الخلافة (خِلَافَةُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ برقم 190) والبيهقي في السنن الكبير (بَابُ اجْتِهَادِ الْحَاكِمِ فِيمَا يَسُوغُ فِيهِ الِاجْتِهَادُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ برقم 18702) والبيهقي في السنن الصغير (بَابُ مَا يَحْكُمُ بِهِ الْحَاكِمُ برقم 3279)

چوتھی بات

تفرد کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اگر خواہشِ نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہو تو ناجائز اور حرام ہے بلکہ ایسا کرنے سے ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ نفس کی پیروی کے ساتھ ساتھ اجماع امت کو توڑنے والا شمار ہوگا ہاں اگر بنیاد خواہشِ نفسانی نہ ہو تو اس شخص کے لئے اپنی ذات کی حد تک تفرد کی گنجائش ہے جو مطلوبہ اہلیت کا حامل ہو جیسا کہ پیچھے گذر گیا

1: نفس کی پیروی سے متعلق باری تعالی کا فرمان ہے

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ! (القصص50)

اسی طرح ملاحظہ ہو:

(البقرة 120 البقرة 145 النساء 135 المائدة 48 المائدة 77 الانعام 56 الانعام 119 الانعام 150 الاعراف 176 الكهف 28 مريم 59 طه 16 الفرقان 43 الروم 29 ص 26 الجاثية 18 الجاثية 23 محمد 14 النجم 23)

اس کے علاوہ ڈھیر ساری روایات ہیں جو نفس کی پیروی کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں کما لايخفى على اللبيب۔

2: اجماع امت کو توڑنے سے متعلق باری تعالی کا فرمان ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا! (النساء115)

اس طرح ملاحظہ ہو مندرجہ ذیل آیات مع تفاسیر معتبرہ:

(البقرة 143 آل عمران 101 آل عمران 103 آل عمران 110 النساء 59 النساء 83 التوبة 16 التوبة 119 التوبة 122 العنكبوت 69 لقمان 15)

اس باب میں کئی روایات بھی موجود ہیں بحمد اللہ تعالی بندہ کی نظر سے جو روایات گذری ہیں ان کی تعداد 75 تک ہیں بفضل اللہ تعالی وکرمہ البتہ تین مشہور روایات میں ذکر کر دیتاہوں!

- 1:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

[اخرجه البخاري في صحيحه (باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية برقم 6761 وباب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «سترون بعدي أمورا تنكرونها» برقم 6681 و باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «سترون بعدي أمورا تنكرونها» برقم 6682) ومسلم في صحيحه (بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذير الدعاة إلى الكفر حديث رقم 3545 وبَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذير الدعاة إلى الكفر حديث رقم 3547 وبَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذير الدعاة إلى الكفر برقم 3548) والدارمي في سننه (بَابٌ : فِي لُزُومِ الطَّاعَةِ وَالْجَمَاعَةِ برقم 2489) وابن أبي شيبة في مصنفه (مَنْ كَرِهَ الْخُرُوجَ فِي الْفِتْنَةِ وَتَعَوَّذَ عَنْهَا برقم 36495) وعبدالله بن أحمد بن حنبل في السنة (برقم 676) وأبو يعلى الموصلي في مسنده (أَوَّلُ مُسْنَدِ ابْنِ عَبَّاسٍ برقم 2293) وأبو عوانة في مستخرجه (بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5789 و بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5790) والطبراني في الأوسط (مَنِ اسْمُهُ الْحَسَنُ برقم 3536) والطبراني في الكبير (وَمَا أَسْنَدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا برقم 10541 و وَمَا أَسْنَدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا برقم 12592) والبيهقي في السنن الكبير (جُمَّاعُ أَبْوَابِ الْأَوَانِي برقم 25118) والبيهقي في السنن الصغير (بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ ، وَمَنْ يَنُوبُ عَنْهُ مَا لَمْ يَأْمُرْ برقم 2529]

مندرجہ بالاحدیث کا معنی ایک اور روایت سے بھی مستفاد ہوتا ہے جو کہ تخریج کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے:

- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ ، وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ ، ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ، وَمَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ ، يَغْضَبُ

لِلْعَصَبَةِ ، وَيُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِي ، وَمَنْ خَرَجَ مِنْ أُمَّتِي عَلَى أُمَّتِي ، يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا ، لَا يَتَحَاشَ مِنْ مُؤْمِنِهَا ، وَلَا يَفِي بِذِي عَهْدِهَا ، فَلَيْسَ مِنِّي ،

[أخرجه المسلم في صحيحه (بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذير الدعاة إلى الكفر برقم 3546 وبَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وتحذير الدعاة إلى الكفر برقم 3545) والنسائي في الصغرى (التغليظ فيمن قاتل تحت راية عمية برقم 4086) وابن ماجه في سننه (بَابُ الْعَصَبِيَّةِ برقم 3973) وابن حبان في صحيحه (بَابُ طَاعَةِ الْأَئِمَّةِ برقم 4663) والنسائي في الكبرى (كِتَابُ الِاعْتِكَافِ برقم 15312) وابن أبي شيبة في مصنفه (مَنْ كَرِهَ الْخُرُوجَ فِي الْفِتْنَةِ وَتَعَوَّذَ عَنْهَا برقم 36578) والدولابي في الكنى والأسماء (مِن كُنْيَتُهُ أَبُو قَيْسٍ ، وَأَبُو قَيْلَةَ أَبُو قَيْسٍ زِيَادُ بْنُ رَبَاحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، يُحَدِّثُ عَنْهُ : غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ . وَأَبُو قَيْسٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَرْوَانَ . وَأَبُو قَيْلَةَ التِّنْعِيُّ ، سَمِعَ مَا برقم 1625) وأبو عوانة في مستخرجه (بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5784 و بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5785 و بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5786 و بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5787 و بَيَانُ الْخَبَرِ الْمُوجِبِ لِلْإِخْرَاجِ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، برقم 5788) وابن الأعرابي في معجمه (بَابُ الْأَلِفِ برقم 902) والآجري في الشريعة (فَمِمَّا رَوَى جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ برقم 8 و فَمِمَّا رَوَى جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ برقم 9 و فَمِمَّا رَوَى جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ برقم 10) والرامهرمزي في المحدث الفاصل بين الراوي والواعي (مَنْ لَا يَرَى الرِّحْلَةَ وَالتَّعَالِي فِي الْإِسْنَادِ إِذَا حَصَلَ لَهُ الْحَدِيثُ برقم 119) وأبو الشيخ الأصبهاني في طبقات المحدثين بأصبهان (أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يُونُسَ بْنِ أَبَانَ برقم 1086) وابن المقرئ في معجمه (بَابُ الْحَاءِ برقم 823) واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 123 و قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 124

) والبيهقي في السنن الكبير (بَابُ إِزَالَةِ النَّجَاسَاتِ بِالْمَاءِ دُونَ سَائِرِ الْمَائِعَاتِ برقم 25113 و بَابُ : شَهَادَةُ أَهْلِ الْعَصَبِيَّةِ برقم 19376) والبيهقي في السنن الصغير (بَابُ مَنْ تَجُوزُ شَهَادَتُهُ وَمَنْ لَا تَجُوزُ مِنَ الْأَحْرَارِ الْبَالِغِينَ الْعَاقِلِينَ برقم 3405]

- **2:**عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ ، أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ : أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ : أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ : ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ زَادَ ابْنُ يَحْيَى ، وَعَمْرٌو فِي حَدِيثَيْهِمَا وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ ، كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ وَقَالَ عَمْرٌو : الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

أخرجه أبوداؤد في سننه (بَابُ شَرْحِ السُّنَّةِ برقم 4044) والترمذي في سننه (باب ما جاء في افتراق هذه الأمة حديث رقم 2688) وابن ماجة (بَابُ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ برقم 4023 وبَابُ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ برقم 4024) أخرجه أحمد في مسنده (مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ برقم 12283 وحَدِيثُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ برقم 16686) والحاكم في المستدرك (فَصْلٌ : فِي تَوْقِيرِ الْعَالِمِ برقم 407) والدارمي في سننه (بَابُ : فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الْأُمَّةِ برقم 2488) وابن أبي عاصم في الْمُذَكِّرِ والتذكير (ذِكْرُ الْقُصَّاصِ برقم 14 و ذِكْرُ الْقُصَّاصِ برقم 15) وأبو يعلى الموصلي في مسنده (أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَنَسٍ برقم 3570 و عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ برقم 3832 و عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ برقم 3838 و يَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ برقم 4016) والآجري في الشريعة (وَمِمَّا رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 29) والطبراني في الكبير (مَنِ اسْمُهُ مَحْمُودٌ برقم 15641 و مَنِ اسْمُهُ مَحْمُودٌ برقم 15642) والطبراني في الأوسط (مَنِ اسْمُهُ : عِيسَى برقم 5043 و بَابُ مَنِ اسْمُهُ إِبْرَاهِيمُ برقم 8064) والآجري في الشريعة (وَمِمَّا رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 25 و وَمِمَّا رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 26 و وَمِمَّا رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 27 و وَمِمَّا رَوَى أَبُو رَزِينٍ الْعُقَيْلِيُّ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 49 و وَمِمَّا رَوَى أَبُو رَزِينٍ الْعُقَيْلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 50) واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 128 وقَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 130) وأبو نعيم الأصبهاني في حلية الأولياء (يَزِيدُ بْنُ أَبَانَ الرَّقَاشِيُّ برقم 3245 و زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ برقم 3979) والخطيب البغدادي في شرف أصحاب الحديث (قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى نَيِّفٍ برقم 34 و قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى نَيِّفٍ برقم 35)

- **3:** عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي - أَوْ قَالَ : أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى ضَلَالَةٍ ، وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الجَمَاعَةِ ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّار

[أخرجه الترمذي في سننه (باب ما جاء في لزوم الجماعة برقم 2187) وفي العلل الكبير للترمذي (مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ برقم 381) وأبو داؤد في سننه (بَابُ ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلَائِلِهَا برقم 3768) وابن ماجة في سننه (بَابُ السَّوَادِ الْأَعْظَمِ حديث برقم 3975) والحاكم في المستدرك (وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 358 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 359 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 360 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 361 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 362 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 363 و وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ برقم 364) والدولابي في الكنى والأسماء (ذِكْرُ مَنْ كُنْيَتُهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ الْكُوفِيُّ ، وَاسْمُ أَبِي خَالِدٍ سَعْدٌ . وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ كُوفِيٌّ . وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِسْمَاعِيلُ بْن برقم 1049 ومَنْ كُنْيَتُهُ أَبُو خَلَفٍ أَبُو خَلَفٍ حُجْرُ بْنُ الْحَارِثِ ، رَوَى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ الصُّورِيُّ . وَأَبُو خَلَفٍ حَازِمُ بْنُ عَطَاءٍ الْأَعْمَى ، عَنْ أَنَسٍ . وَأَبُو خَلَفٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى الْبَصْرِيُّ برقم 678) وأحمد في مسنده (حَدِيثُ سَعْدٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 26617) والطبراني في الكبير (وَمِمَّا أَسْنَدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا برقم 13452) (واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة و الجماعة بَابُ سِيَاقِ ذِكْرِ مَنْ رُسِمَ بِالْإِمَامَةِ فِي السُّنَّةِ قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 133 وبَابُ سِيَاقِ ذِكْرِ مَنْ رُسِمَ بِالْإِمَامَةِ فِي السُّنَّةِ قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 134 وبَابُ سِيَاقِ ذِكْرِ مَنْ رُسِمَ بِالْإِمَامَةِ فِي السُّنَّةِ قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 141 وبَابُ سِيَاقِ ذِكْرِ مَنْ رُسِمَ بِالْإِمَامَةِ فِي السُّنَّةِ قَوْلُ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ برقم 142) وابن عبد البر في جامع في بيان العلم و فضله (بَابُ مَعْرِفَةِ أُصُولِ الْعِلْمِ وَحَقِيقَتِهِ برقم 883) وإسحاق بن راهويه في مسنده (مَا يُرْوَى عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَغَيْرِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ برقم 367 وبَقِيَّةُ رِوَايَاتِ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ حديث رقم 391) والحارث بن أبي أسامة في مسنده (بَابُ الْإِجْمَاعِ حديث رقم 57)وأبو نعيم الأصبهاني في حلية الأولياء (سُلَيْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ برقم 3166)]

جمہور اہلسنت والجماعت کے ہاں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گمراہی پر جمع نہ ہونے والی یہ روایت تعدد طرق و شواہد کی وجہ سے حسن کے حکم میں ہے چنانچہ

1: ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوري المتوفی 405ھ رحمہ اللہ تعالی اس روایت کے سات (7) سندات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقد استقر الخلاف في إسناد هذا الحديث على المعتمر بن سليمان ، وهو أحد أركان الحديث من سبعة أوجه لا يسعنا أن نحكم أن كلها محمولة على الخطإ بحكم الصواب لقول من قال عن المعتمر ، عن سليمان بن سفيان المدني ، عن عبد الله بن دينار ، ونحن إذا قلنا هذا القول نسبنا الراوي إلى الجهالة فوهنا به الحديث ، ولكنا نقول : إن المعتمر بن سليمان أحد أئمة الحديث ، وقد روي عنه هذا الحديث بأسانيد يصح بمثلها الحديث فلا بد من أن يكون له أصل بأحد هذه الأسانيد ، ثم وجدنا للحديث شواهد من غير حديث المعتمر لا أدعي صحتها ولا أحكم بتوهينها بل يلزمني ذكرها لإجماع أهل السنة على هذه القاعدة من قواعد الإسلام ، فممن روى عنه هذا الحديث من الصحابة عبد الله بن عباس

(المستدرك علي الصحيحين ج 1 ص 384 ط دار الكتب العلمية بيروت)

:2 اسی طرح احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی 852ھ فرماتے ہیں:

وأمته معصومة لا تجتمع على الضلالة ، هذا في حديث مشهور له طرق كثيرة ، لا يخلو واحد منها من مقال ، منها لأبي داود عن أبي مالك الأشعري مرفوعا : { إن الله أجاركم من ثلاث خلال : ألا يدعو عليكم نبيكم لتهلكوا جميعا ، وألا يظهر أهل الباطل على أهل الحق ، وألا يجتمعوا على ضلالة } وفي إسناده انقطا ع ، وللترمذي والحاكم عن ابن عمر مرفوعا : { لا تجتمع هذه الأمة على ضلال أبدا }. وفيه سليمان بن شعبان المدني وهو ضعيف . وأخرج الحاكم له شواهد ، ويمكن الاستدلال له بحديث معاوية مرفوعا : { لا يزال من أمتي أمة قائمة بأمر الله ، لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم ، حتى يأتي أمر الله }. أخرجه الشيخان . وفي الباب عن سعد وثوبان في مسلم . وعن قرة بن إياس في الترمذي وابن ماجه . [ص: 296] وعن أبي هريرة في ابن ماجه . وعن عمران في أبي داود . وعن زيد بن أرقم عند أحمد، ووجه الاستدلال منه : أن بوجود هذه الطائفة القائمة بالحق إلى يوم القيامة ، لا يحصل الاجتما ع على الضلالة ، وقال ابن أبي شيبة : نا أبو أسامة ، عن الأعمش ، عن المسيب بن رافع ، عن يسير بن عمرو قال : شيعنا أبا مسعود حين خرج ، فنزل في طريق القادسية ، فدخل بستانا فقضى حاجته ، ثم توضأ ومسح على جوربيه ، ثم خرج ، وإن لحيته ليقطر منها الماء فقلنا له : أعهد إلينا فإن الناس قد وقعوا في الفتن ، ولا ندري هل نلقاك أم لا ، قال : " اتقوا الله واصبروا حتى يستريح بر ، أو يستراح من فاجر ، وعليكم بالجماعة فإن الله لا يجمع أمة محمد على ضلالة ، إسناده صحيح ، ومثله لا يقال من قبل الرأي ، وله طريق أخرى عنده عن يزيد بن هارون ، عن التيمي ، عن نعيم بن أبي هند : أن أبا مسعود خرج من الكوفة فقال : " عليك بالجماعة ، فإن الله لم يكن ليجمع أمة محمد على ضلال

(التلخيص الحبير ج 3 ص 295 / 296 ط موسسة قرطبة مصر)

:3 غیر مقلدین کا خام علم و خام فہم رکھنے والا طبقہ جو کہ اس روایت کے حجت ہونے سے انکار کرتا ہے ایسے حضرات کے لئے ان ہی کے مقتدا شیخ ناصر الدین الالبانی المتوفی 1420ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ایک تازیانہ سے کم نہیں ہے کہ وہ بھی اس روایت کو تعدد طرق کی وجہ سے حسن کہتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

(إن الله قد أجار أمتي من أن تجتمع على ضلالة) رواه إبن أبي عاصم في 《السنة (2 / 1 ورقم 79) عن سعيد بن زربي عن الحسن عن كعب بن عاصم الأشعري سمع النبي صلى الله عليه وسلم : قلت : سعيد بن زربي منكر الحديث كما في 《التقريب》 ، وسائر رجاله ثقات ، إلا وهو البصري مدلس وقد عنعنه . ثم رواه من طريق مصعب بن إبراهيم عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس مرفوعا . قلت : ومصعب بن إبراهيم هذا منكر الحديث أيضا كما قال إبن عدي ، وساق له حديثا آخر مما أنكر عليه . وقال الذهبي : قلت : وله حديث آخر عن سعيد عن قتادة ... قلت : فذكره . ثم رواه من طريق محمد بن إسماعيل بن عياش : حدثنا أبي عن ضمضم بن زرعة عن شريح بن عبيد عن كعب بن عاصم به مرفوعا بلفظ : 《... من ثلاث : أن لايجوعوا ، ولايجتمعوا على ضلالة ، بيضة المسلمين》 قلت : ورجاله ثقات غير محمد بن إسماعيل بن عياش ، قال أبو داود : لم يكن بذاك ، وقال أبو حاتم : لم يسمع من أبيه شيئا ، حملوه على أن يحدث عنه فحدث . قلت : فالحديث بمجموع هذه الطرق حسن

(سلسلة الاحاديث الصحيحة ج 3 ص 319 / 320 رقم 1331 ط مكتبة المعارف الرياض)

(جاری)

==========

شرائط و ضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://wa.me/03428970409